Not for Sale

The Unique
HANDBOOK OF ISLAM
I & II

URDU

FAITH FORUM 4 PEACE

http://FaithForum.WordPress.com
http://Endeavour-Peace.Page.tl
http://Peace-Forum.Blogspot.com
E Mail: FaithForum@live.com
Endeavour.peace@gmail.com

Source: The world fame Arabic book: "Tare-f-e-A'm-Be-Din-e-Islam"

By Sheik Ali Tantawi,

Translated by Syed Shabbir Ahmad

Most Comprehensive Yet Brief

Millions Benefited Worldover

شیخ علی طنطاوی

سید شبیر احمد

قرآن آسان تحریک (رجسٹرڈ) 50۔لوئر مال نزد ایم۔اے۔او۔کالج لاہور

ٹیلیفون: 042-37324904 , 042-37242265-6

E Mail:qat@lcci.org.pk & info@quranasan.com
Website: www.quranasan.org & www.asanqran.org

"The Hand Book of Islam" in English & Urdu, and many books on Islam, Christianity and Judaism are freely available @

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://groups.google.com.pn/group/vaithvorum12eace
http://e3dea4our-peace.page.tl

Up: : https://docs.google.com/file4iew5id67879 f0Ady P&D4' &x H' TF TGl9 tj &L(B D77j) G7q&n7j T' tG) L) j Tv k' TdmGml 0Ohl6e3

گزارشات مترجم

اُسلام : شیخ علی طنطاوی کی مشہور تصنیف "تعریف عام بدین الاسلام" کا اردو ترجمہ ہے۔ جناب علی طنطاوی دنیائے اسلام خصوصاً مشرق وسطیٰ کی بہت معروف و مقبول شخصیت ہیں۔

"تعریف عام بدین اسلام" کوئی عام بازاری انداز کی تصنیف نہیں ہے یہ ایک بلند پایہ عالم، کہنہ مشق ادیب اور ایک محقق دانشور کی تمناؤں و خواہشوں کی تعبیر اور دعاؤں کا نتیجہ ہے اور بلاشبہ ایک تخلیقی کارنامہ ہے۔

مصنف نے اپنے طویل تعلیمی اور صحافتی تجربے اور تبلیغی جدوجہد کے دوران انتہائی شدت کے ساتھ یہ بات محسوس کی کہ موجودہ دور میں مسلم نوجوانوں کی بے راہ روی اور غیر مسلموں کی اسلام سے بے اعتنائی کا باعث محض یہ نہیں ہے کہ یہ سب اس دینِ رحمت کی خوبیوں سے بے خبر ہیں اور نہ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ہماری موجودہ زبوں حالی اور پس ماندگی کے نتیجہ میں اسلام کی اصل تصویر مسخ ہو گئی ہے بلکہ ان کے علاوہ ایک اور بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اس دینِ فطرت کی سادگی اور حسن کو ضخیم ضخیم کتابوں کے انبار میں دبا دیا گیا ہے اور وہاں سے اس کو نکالنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ مزید براں ہم نے جدید علوم اور سائنسی دور کے تقاضوں سے بے نیاز رہتے ہوئے اس دین کے رُخِ روشن کو منقولات اور قدیم فلسفہ و کلام کے دبیز پردوں میں اس طرح چھپا دیا ہے کہ ایک عام آدمی کے لئے اس کی اصل شکل و صورت دیکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ فاضل مصنف نے اس کا حل یہ تلاش کیا کہ ایک ایسی کتاب مرتب ہونی چاہئیے جس میں موجودہ دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آسان اور سادہ زبان

http://e3dea4our-peace.page.tl

)

میں مکمل اسلام پیش کیا جائے تاکہ ایک عام آدمی صرف ایک ہی کتاب پڑھ کر کم سے کم وقت میں اسلام کے بنیادی امور اور ضروریات دین سے واقف ہو کر اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکے۔

ابتدا میں شیخ موصوف نے اس مقصد کے لیے علمائے وقت کو اس اہم ضرورت کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی، اخبارات و رسائل میں مقالات لکھ کر تحریک لیکن کسی طرف سے مثبت جواب نہیں ملا۔ بالآخر خود ہی کمر ہمت باندھی، اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کی اور پورے ذوق و شوق کے ساتھ کتاب کی تصنیف میں مشغول ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے یہ کتاب مرتب ہو گئی۔

کتاب حقیقتاً کیسی ہے؟ اس کی افادیت کتنی ہے؟ اور کیا واقعی یہ کوئی تخلیقی کارنامہ ہے؟ ان سوالات کا جواب تو کتاب پڑھنے ہی سے ملے گا۔ تبصرے کسی نوع کے ہوں، مطالعۂ کتاب کا بدل نہیں ہو سکتے۔ بنا بریں میں طویل عبارت آرائی سے گریز کرتے ہوئے کتاب کی اہم خصوصیات کے ضمن میں صرف چند باتیں عرض کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

مصنف نے دین اسلام کے بارے میں عام انداز گفتگو سے ہٹ کر موجودہ دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر مسئلے کو عقل و درایت اور شعور و حکمت کے توسط سے پیش کیا ہے اور جدید سائنسی انکشافات کے ذریعے دینِ فطرت کو برحق ثابت کیا ہے۔

خاص طور پر مصنف موصوف نے عقائد کے جو آٹھ قواعد وضع فرمائے ہیں وہ ایک اچھوتی چیز ہے۔ ان میں انسانی نفسیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے بالکل نئے انداز میں جدید ذہن کو یہ حقیقت باور کرانے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ وجودِ باری تعالیٰ کا عقیدہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور اُخروی زندگی پر ایمان لائے بغیر

نہ انسان انسان بن سکتا ہے اور نہ اس کا ثبات ارضی کا نظام توازن برقرار رہ سکتا ہے ـــــ اور یہی وہ بنیادی نکتے ہے جو اگر انسان کے تحت الشعور میں جاگزیں ہو جائے تو صراطِ مستقیم پر چلنا اور زندگی کی تاریک راہوں میں اپنی منزل کو پا لینا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://e3dea4our-peace.page.tl

دوسری خصوصیت اس تصنیف کی یہ ہے کہ ہر بات قرآن و حدیث کے حوالے اور دلیل و ثبوت سے اس انداز میں ثابت کی گئی ہے کہ توہم پرستی اور جاہلیت کی تاریکیاں جو کثرت سے سنائی باتوں کے زیر اثر اور غور و فکر سے کام نہ لینے کے باعث ذہن کے دور دراز گوشوں میں گھر بنا لیتی ہیں، قرآن و حدیث کے دلائل و براہین کی روشنی سے یکسر چھٹ جاتی ہیں اور انسان اپنے فطری نور و بصیرت سے کام لینے کے قابل ہو جاتا ہے۔

ویسے تو پوری کتاب ہی اپنا ایک خاص انداز رکھتی ہے جو اپنی مثال آپ ہے لیکن خاص طور پر ایمان بالرسل کا وہ باب جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے متعلق ہے اور ایمان بالکتب کا وہ حصہ جو قرآن مجید کے بارے میں ہے یقیناً اہل ذوق و نظر سے خراج تحسین وصول کرے گا۔

فاضل مصنف کے مطابق کتاب کے تین حصے ہیں، زیر نظر پہلا حصہ "ایمان و عقائد" کے بیان پر مشتمل ہے جبکہ دوسرے حصے میں "اسلام" یعنی عبادات و دیگر امور کے بارے میں ضروری مسائل بتائے جائیں گے اور تیسرے حصے میں "احسان" یعنی مشہور حدیث جبرائیل "ان تعبد اللہ کانک تراہ" کی روشنی میں مسلمان کی پوری زندگی کی تعبیر و تفسیر پیش کی جائے گی۔ باقی دونوں حصے ابھی میری نظر سے نہیں گزرے اس لئے ان پر تبصرہ ممکن نہیں۔ البتہ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر یہ دونوں حصے بھی اسی طرز و انداز کے ہوئے تو یہ مقصد کہ "صرف ایک ہی کتاب کے مطالعہ سے ایک عام آدمی کو اسلام کے بارے میں مکمل بنیادی اور ضروری معلومات حاصل ہو جائیں" یقیناً پورا ہو جائے گا۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی بے محل نہ ہوگا کہ میں نے کتاب اور فاضل مصنف کا مفہوم و مقصد اردو زبان میں منتقل کرنے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے لیکن اپنی بے بضاعتی اور ناپختہ کاری سے واقف ہونے کی بنا پر مجھے یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اگر آپ کو کتاب میں کوئی حسن و خوبی اور ندرت نظر آئے تو اسے فاضل مصنف سے منسوب کیجئے لیکن اگر کہیں کوئی غلطی، خامی یا سقم نظر آئے تو اسے اس ہیچمدان کی طرف منسوب کیجئے اور ازراہ کرم مقامات سہو و خطا کی نشان دہی کے علاوہ اپنے مفید مشوروں سے بھی نواز کر اس فقیر کو ممنون فرمایئے تاکہ آئندہ اشاعت میں ان سے استفادہ کیا جا سکے۔

آخر میں اپنے ان معاونین کا شکریہ ادا کرنا فرض خیال کرتا ہوں جن کے پُرخلوص تعاون اور خصوصی توجہ سے میں اس قابل ہو سکا کہ اس کتاب کو اردو میں منتقل کرنے کی دلی تمنا کو عملی شکل دے سکوں۔

سب سے پہلے میں اپنے شفیق مکرم جناب سید احمد الحسنی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے ہی یہ کتاب مطالعہ کے لئے مجھے عطا فرمائی اور انہی کی حوصلہ افزائی اور جرأت آموزی سے میں اس کا ترجمہ کرنے پر قادر ہوا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر قدم پر سید محترم کی رہنمائی میرے لئے مشعل راہ بنی۔

اس کے بعد میں اپنے صدیق قدیم جناب خان عزیز الرحمٰن خاں کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مسودہ اور اصل کتاب کی تطبیق اور ترجمہ کی تصحیح و تنقیح میں میرے ساتھ اپنا قیمتی وقت اور مخلصانہ تعاون پیش کر کے میرے اعتماد، خلوص و صداقت میں اضافہ کیا۔

ان محترمین کے لئے اعترافِ امتنان اور اظہارِ تشکر کے بعد میں اپنے عزیز بیٹے سکواڈرن لیڈر سید محمد عارف، اپنی بیٹی سیدہ عطیہ اور برادر زادی سیدہ صفیہ خالد ظہیر کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ ان سب نے مسودہ کی تبییض و تسوید و تطبیق و اصلاح میں میرے ساتھ شب و روز کام کر کے میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو حسبِ خلوصِ نیت اور بقدرِ حسنِ عمل اجر و جزا عطا فرمائے کہ ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ، وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ قارئین سے بھی درخواست ہے کہ مصنف، مترجم اور تمام معاونین کے لئے بارگاہِ رب العزت میں دنیا اور آخرت کے اجر و جزا کے لئے دعا فرمائیں۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً
وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

سید شبیر احمد

تالیفِ کتاب کی کہانی

یہ کتاب علما اور فقہا کے لئے نہیں بلکہ عام مسلمانوں کے لئے ہے جنھوں نے اسلامی علوم کا مُطالعہ نہیں کیا۔ نیز اُن لوگوں کے لئے ہے جو اسلام کو سمجھنا چاہتے ہیں

جن تمناؤں کے پُورا ہونے کی توفیق میں نے اللہ تعالیٰ سے طلب کی تھی اُن میں ایک ایسی کتاب لکھ سکنے کی دُعا بھی شامل تھی جو مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی سرخرُو کرے اور اگر کوئی مسلمان نوجوان جس نے علوم دینیہ کا مُطالعہ نہیں کیا یا کوئی غیرمُسلم جو اسلام کو سمجھنا چاہتا ہو اسے پڑھے تو اس کتاب کے بعد اسے کسی اور کتاب کی ضرورت نہ رہے۔

قرآن آسان تحریک (رجسٹرڈ) 50۔ لوئر مال نز: ایم۔ اے۔ او۔ کالج لاہور
ٹیلیفون: 042-37324904 , 042-37242265-6
E Mail:qat@lcci.org.pk & info@quranasan.com
Website: www.quranasan.org & www.asanqran.or
Cooperation:
FAITH FORUM 4 PEACE
Brig (R) Aftab Ahmad Khan, (R) USA
http://FaithForum.WordPress.com
http://endeavour-peace.page.tl
http://Peace-Forum.Blogspot.com
http://FaithForum4Peace.googlegroup.com
E Mail: FaithForum@live.com ; Endeavour.peace@gmail.com

M

اسلام مسلمان سے یہ تقاضا نہیں کرتا کہ وہ

یکسر دنیا سے لاتعلق ہو جائے ۔

اور نہ یہ کہ مسجد میں جا بیٹھے اور پھر وہاں سے نہ نکلے ۔

نہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان کسی غار میں جا کر

پناہ گزیں ہو جائے اور پوری زندگی وہیں گزار دے ۔

ہرگز نہیں !

بلکہ مسلمانوں سے اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنی

بہترین تہذیب اور بے مثال تمدن کو پوری طرح

اپنائیں تاکہ مہذب اقوام عالم پر سبقت لے جائیں ۔

مال و دولت کے اعتبار سے دنیا میں سب سے

دولت مند ہوں

اور علم حکمت کے لحاظ سے تمام علوم میں سب سے

بڑے عالم ہوں ۝

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://e3dea4our-peace.page.tl

آپ کس راستے پر چلنا پسند کرینگے ؟

آپ تنہا سفر کر رہے ہیں چلتے چلتے آپ کے سامنے ایک دوراہا آجاتا ہے۔ ایک راستہ سخت دُشوار گزار عموداً پہاڑ کی بلندی کی طرف جارہا ہے اور دوسرا نشیبی آسانی سے طے ہوجانے والا۔

پہلا جو دُشوار گزار ہے اس میں ہر طرف پتھر اور کانٹے بکھرے ہُوئے ہیں، قدم قدم پر گڑھے ہیں جن کی وجہ سے اُوپر چڑھنا بھی مشکل ہے اور راہ طے کرنا بھی دُشوار لیکن اس پر حکومت کی طرف سے ایک کتبہ نصب ہے جس پر لکھا ہُوا ہے کہ یہ راستہ اگرچہ دُشوار گزار ہے اور اس پر چلنا تکلیف دہ ہے، لیکن یہی درست راستہ ہے جو بڑے شہر کو جاتا اور منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔

دُوسرا راستہ ایک ہموار گزرگاہ ہے جس پر پھل دار درخت اور شگوفے سایہ فگن ہیں، دونوں جانب ہر قسم کی تفریحات جنّتِ نگاہ اور فردوسِ گوش ہیں۔ جن کی وجہ سے دِل کھینچا چلا جارہا ہے، لیکن راستے کے سرے پر ایک انتباہ آویزاں ہے کہ یہ راستہ انتہائی خطرناک اور مہلک ہے اور اس کے آخر میں ایک ایسا نشیب ہے جس میں یقینی موت آپ کی منتظر ہے۔

ایسی صورت میں آپ کون سا راستہ منتخب کریں گے ؟

بے شک انسانی طبیعت دشوار کے مقابلے میں آسان راہ کی طرف مائل ہوتی ہے اور مشقت و تکلیف کی بجائے سہولت و آرام پسند کرتی ہے، نفس انسانی قید و بند کے مقابلے میں آزادی کا دلدادہ ہے اور یہی وہ انسانی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ

نے انسان کو پیدا کیا ہے۔

اس لیے اگر انسان کو اپنی خواہشاتِ نفس کی تکمیل کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے اور وہ ان کے پیچھے لگ جائے تو ظاہر ہے وہ دوسرا راستہ اختیار کرے گا۔

لیکن ایسے تمام مواقع پر عقل آڑے آجاتی ہے اور یہ موازنہ کرتی ہے کہ وقتی اور فوری لذت و راحت جس کا انجام طویل رنج و غم اور تکلیف ہو اچھی ہے یا وہ عارضی اور وقتی تکلیف و مشقت جس کے بعد نہ ختم ہونے والی راحت اور لذت ہو بہتر ہے اور بالآخر پہلا راستہ اختیار کرنے پر آمادہ کرتی ہے

یہی مثال جنت یا دوزخ کی طرف جانے والے راستوں کی ہے

دوزخ کے راستے میں ہر وہ چیز موجود ہے جو لذیذ اور مرغوب ہے۔ انسانی طبیعت ان کی طرف مائل ہوتی ہے اور خواہشاتِ نفسانی انسان کو ان کی طرف دھکیلتی ہیں۔ اس راہ میں حسن و جمال اور اس کی فتنہ آفرینیاں ہیں۔ شہوانی خواہشات کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور فوری لذت حاصل ہوتی ہے۔

اس راستے میں ہر طریقے سے مال حاصل کرنے کا جواز ہے

اور مال و دولت ایسی چیز ہے جو ہر شخص کو مرغوب و مطلوب ہے

اس میں ہر قسم کی آزادی اور آوارگی کی سہولت ہے اور کون ہے جو آزادی کو پسند نہیں کرتا اور پابندیوں سے بیزار نہیں۔

اس کے برعکس جنت کے راستے میں ہر طرح کی مشقت اور دقت ہے پابندیاں اور رکاوٹیں ہیں۔ نفس سے جنگ کرنا اور خواہشات سے کنارہ کش ہونا پڑتا ہے۔

لیکن اس وقتی مشقت کا صلہ جو اس راہ میں برداشت کرنا پڑتی ہے۔ آخرت میں دائمی لذت اور ابدی راحت کی صورت میں ملتا ہے۔

اور جہنم کے راستے کی عارضی لذتوں کا ثمرہ دوزخ کا نہ ختم ہونے والا عذاب ہے

اس کی مثال بعینہٖ اس طالب علم کی سی ہے جو امتحان کے دنوں میں رات کے وقت جبکہ گھر کے باقی تمام افراد ٹی وی کے سامنے بیٹھے دلچسپ پروگراموں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں، سب سے الگ تھلگ اپنی کتابوں اور کاپیوں میں غرق محنت کی مشقت برداشت کر رہا ہوتا کہ اس کا نتیجہ کامیابی کی راحت کی صورت میں برآمد ہو یا جس طرح ایک مریض چند دن اچھے اور مزے دار کھانوں سے پرہیز کی زحمت برداشت کرتا ہے اور انجام کار اسے صحت کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے دو راستے رکھے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہر انسان کو جاہل ہو یا عالم، بچہ ہو یا بڑا، ایک ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے جس کے ذریعے سے وہ خیر و شر اور اچھے بُرے میں فرق و امتیاز کر سکتا ہے۔

ہر انسان کا ضمیر نیک کام کر کے راحت محسوس کرتا ہے اور بدی کے ارتکاب سے آزردہ ہوتا ہے۔ بلکہ یہ ملکہ تو حیوانات تک میں موجود ہے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب کسی بلی کو آپ اپنی خوشی سے گوشت کا ٹکڑا دیتے ہیں تو وہ بڑے اطمینان سے آپ کے سامنے ہی کھانے لگتی ہے لیکن اگر یہی ٹکڑا اس نے چھین کر یا چرا کر لیا ہو، تو اسے لے کر کہیں دُور چلی جائے گی اور بڑی تیزی سے کھانے کی کوشش کرے گی اور آپ کی طرف دیکھتی بھی جائے گی کہ آپ کا ردِ عمل کیا ہے کہیں آپ اس تک پہنچ کر یہ ٹکڑا اس سے چھین نہ لیں۔

کیا اس کے صاف معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ جانتی ہے۔ گوشت کا وہ ٹکڑا جو آپ نے خود دیا تھا اس پر اس کا حق ہے اور دوسرا جو وہ جھپٹ کر لے گئی ہے ناجائز ہے؟

کیا یہ اس بات کی واضح دلیل نہیں ہے کہ ایک بلی بھی حق و باطل اور حلال و حرام میں فرق محسوس کرتی ہے؟

اسی طرح کتا جب کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اپنے مالک کے قریب آ کر اس کا جسم

چھوتا اور پیر چاٹتا ہے۔ گویا اس سے اپنے کام کا صلہ مانگ رہا ہے اور جب کوئی غلطی کر گزرتا ہے تو مالک کے قریب بھی نہیں آتا بلکہ دُور کھڑا دُم ہلاتا رہتا ہے۔ گویا غلطی پر معذرت خواہ ہے یا سزا کا منتظر۔

ارشادِ باری تعالیٰ ، وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۔ (البلد ۱۰)

"کیا نیکی اور بدی کے دونوں نمایاں راستے ہم نے انسان کو نہیں دکھا دیئے"

میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کے راستے پر اپنے داعی اور نقیب کھڑے کر رکھے ہیں جو اس طرف بُلاتے ہیں اور اس راہ میں راہنمائی کرتے ہیں۔ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اسی طرح دوزخ کے راستے کے داعی اور نقیب شیاطین ہیں جو جہنم کی طرف بُلاتے ہیں اور اس کی ترغیب دیتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے علماءِ کرام کو انبیاء علیہم السلام کا وارث بنایا ہے۔ یہ لوگ انبیاء سے وراثت میں مال و دولت نہیں لیتے بلکہ ان کی میراث علم اور دعوت الی الحق ہے۔

علماء میں سے جو افراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے سے اس دعوت کا حق ادا کرتے ہیں وہ واقعی اس شرفِ وراثت کے مستحق ہیں۔

دعوت الی الحق کی مشکلات

یہ دعوت درحقیقت ایک مُشکل کام ہے۔ انسان کا نفس طبعاً آزادی پسند ہے اور دین اس کی آزادی سلب کر لیتا ہے۔ انسان ہر قسم کے لُطف و عیش کا دلدادہ ہے لیکن مذہب کی پابندیاں آڑے آتی ہیں اور ایک حد سے آگے بڑھنے سے روکتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص فسق و گناہ کی دعوت دیتا ہے تو یہ دعوت طبعِ انسانی کے موافق ہوتی ہے اور انسان اس کی طرف بہتا ہُوا اور لپکتا ہُوا چلا جاتا ہے جیسے پانی

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://e3dea4our-peace.page.tl

ڈھلوان کی طرف بہتا ہے

اگر آپ بلندی پر پانی کے کسی ذخیرے میں سوراخ کر دیں تو آپ کے دیکھتے دیکھتے پانی اس میں سے بہہ کر نشیب میں جمع ہو جائے گا۔

لیکن اگر اسی پانی کو دوبارہ واپس بلندی پر پہنچانا چاہیں تو ظاہر ہے یہ کام آسانی سے نہ ہو گا۔ اس کے لیے آپ کو پمپ استعمال کرنا پڑے گا اور کافی محنت اور خرچ سے یہ کام انجام پائے گا۔

پہاڑ کی چوٹی پر اٹکا ہوا پتھر نیچے کی طرف لڑھکانے اور گرانے کے لیے کسی زور یا مشقت کی ضرورت نہیں، ذرا چھیڑ دیجئے آپ سے آپ نیچے کی طرف لڑھکتا چلا جائے گا لیکن اگر اسی پتھر کو واپس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچانا چاہیں تو مشقت برداشت کرنا ہو گی۔

یہی مثال انسان پر صادق آتی ہے۔

آپ سے جب ایک بدکردار دوست یہ کہتا ہے کہ آج فلاں جگہ ایک حسینہ کا عریاں رقص ہو رہا ہے تو آپ کی طبیعت فوراً اس طرف مائل ہو گی۔ خواہشاتِ نفسانی ادھر جانے پر اکسائیں گی، ہزاروں شیطان آپ کو جانے پر مجبور کریں گے اور آپ اس طرح کھنچے چلے جائیں گے کہ آپ کو پتہ بھی نہ چلے گا اور آپ رقص گاہ کے دروازے پہ پہنچ چکے ہوں گے۔

اب اگر کوئی ناصح یہ چاہے کہ آپ وہاں سے واپس لوٹ جائیں تو آپ کے لیے اس کی نصیحت ماننا، اپنے نفس کا مقابلہ کرنا اور دل کی خواہش کو رد کرنا خاصا مشکل کام ہو گا۔

یہی وجہ ہے کہ برائی کی طرف دعوت دینے والوں کو کسی قسم کی زحمت نہیں اٹھانا پڑتی اور انسان شیطان کے دامِ فریب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://e3dea4our-peace.page.tl

قرآنِ مجید کی یہ آیت اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

ویسے بھی اگر کسی چیز کا نادرالوجود اور کمیاب ہونا اس کے اعلیٰ وارفع ہونے کی دلیل نہ ہوتی تو ہیرا کمیاب اور کوئلہ وافر مقدار میں نہ ہوتا نیز جینیئس اور غیر معمولی قابلیت کے افراد اور سربرآوردہ قائدین اقلیت میں نہ ہوتے۔

انبیا علیہم السلام اور علما میں سے نیک افراد جو انبیا کے وارث ہیں جنت کے راستے کی طرف بُلانے والے ہیں۔

اور شیاطین جن وانس میں سے بدکردار لوگ جو دُنیا میں فساد پیدا کرتے ہیں اور ابلیس کے مددگار ہیں، دوزخ کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور خود ہمارے اندر بھی ان دونوں گروہوں کے مددگار اور ساتھی موجود ہیں

ہماری داخلی دُنیا میں ایک حصّہ انبیا کا طرف دار ہے اور ایک حصّہ شیطان کا ہمنوا۔

جو حصّہ انبیا کا طرف دار ہے وہ عقلِ سلیم کی صورت میں موجود ہے

اور شیطان کا ساتھی حصّہ نفسِ امّارہ ہے جو بُرائی پر آمادہ کرتا ہے

آپ کہیں گے کہ یہ عقل اور نفس کیا ہیں؟

میں یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے کوئی علیحدہ علیحدہ حد مقرر کی جا سکتی ہے یا کوئی ایسی تعریف یا تعبیر کی جا سکتی ہے جس سے یہ پُوری طرح سمجھ میں آ جائیں۔ اس لئے کہ یہ چیز ابھی تک علمِ انسانی کے احاطہ سے باہر ہے اور ہماری نارسائی کے ظلمات میں پوشیدہ ہے، علم ان کے حدود اربعہ کو پوری طرح روشن نہیں کر سکا۔

ہم میں سے ہر شخص روزانہ کہتا ہے "میں نے اپنے آپ سے یہ کہا، یا مجھے عقل نے یہ مشورہ دیا" تو یہ آپ اور آپ کی عقل یا آپ اور آپ کا نفس دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہوئیں لیکن ہیں کیا؟ ان کی تعیین و تبیین کیا ہے، یہ بات کبھی واضح نہیں ہو سکی۔

اس لیے اس وقت میں بھی آپ کے سامنے ایک نامعلوم چیز کو اس طرح پیش نہیں کرسکتا کہ وہ پوری کی پوری آپ کو نظر آجائے۔

البتہ ایک مثال سے واضح کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

جاڑے کا موسم ہے۔ آپ نرم وگرم بستر میں میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہیں۔ اچانک اذان کی آواز آتی ہے اور آپ کو نماز کے لیے اُٹھنے کی دعوت دیتی ہے۔ کیا اس موقع پر آپ اپنے اندر کسی کو یہ کہتے ہُوئے محسوس نہیں کرتے کہ اُٹھو نماز کے لیے جاؤ!

اور جب آپ اُٹھنا چاہیں گے تو ایک دوسری آواز یہ کہتی ہوئی محسوس ہوگی کہ تھوڑی دیر اور سو لو۔ پھر پہلی آواز کہتی سُنائی دے گی۔ "نماز نیند سے بہتر ہے" مگر دوسری آواز آئے گی۔ "نیند بڑی مزیدار ہے۔ ابھی تو بہت وقت باقی ہے۔ چند منٹ اور لیٹے رہنے میں کوئی حرج نہیں"

اس طرح یہ دونوں آوازیں یا خیال یکے بعد دیگرے آتے رہیں گے[1] جیسے گھڑی کی ٹِک ٹِک سُنائی دیتی ہے سوجا۔ اُٹھ۔ سوجا۔ اُٹھ۔ ظاہر ہے ایک آواز جو اُٹھنے کا مشورہ دیتی ہے وہ عقل ہے اور دوسری جو سونے کی طرف مائل کرتی ہے نفس ہے۔

یہ ایک ایسی مثال ہے جو بیشمار مواقع پر اور ہزاروں صورتوں میں پیش آتی رہتی ہے۔ جب بھی ناجائز لُطف ولذت کا کوئی موقع کسی شخص کے سامنے آتا ہے۔ نفس اس شخص کو اس پر ٹوٹ پڑنے پہ آمادہ کرتا ہے اور اگر اس میں ایمان کی رمق موجود ہے تو عقل اس سے باز رہنے کا مشورہ دیتی ہے اور

جتنا ایمان مضبوط ہوتا ہے اتنی ہی عقل کو کامیابی حاصل ہوتی ہے

---

[1] یہ کیفیت ہر وہ شخص محسوس کرتا ہے جو کسی گڑھے یا نہر کے کنارے سے کودنا چاہتا ہو۔ اور جسے پار کر جانے کی اُمید کے ساتھ گر پڑنے کا خوف بھی لاحق ہو۔ ایسی حالت میں اس کو اپنے اندر دو متضاد آوازیں پے بہ پے سُنائی دیں گی۔ ایک کہے گی کود جا اور دوسری روکے گی۔ اب اگر یہ کود جانے کی آواز پر بغیر تردد کے کود جاتا ہے تو کامیاب ہو جائیگا۔ اور اگر متردد ہو گیا اور رک جانے کی آواز آ گئی اور پھر کود ا تو یقیناً گر جائیگا۔ یہ ایک عام تجربہ کی بات ہے (مصنف)

اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ عقل ہمیشہ کامیاب ہو جاتی ہے اور یہ کہ مسلمان کبھی گناہ کے قریب نہیں جاتا۔

اسلام ایک حقیقت پسند اور فطری دین ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق تو محض اپنی عبادت اور اطاعت کے لیے پیدا فرمائی ہے اور وہ فرشتے ہیں۔ انسان کو فرشتہ نہیں بنایا گیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق خالص گناہ اور سرکشی کے لیے پیدا کی ہے۔ وہ شیاطین ہیں اور ہم انسانوں کو اس نے شیطان بھی نہیں بنایا۔

پھر اس نے ایک مخلوق ایسی پیدا کی ہے جسے عقل نہیں دی گئی صرف جبلت عطا کی گئی ہے، نہ ان پر فرائض عائد ہوتے ہیں نہ اُن سے جواب طلبی ہوگی۔ یہ حیوانات ہیں۔ ہم انسانوں کو اس نے حیوانِ مطلق بھی نہیں بنایا۔

پھر ہم کیا ہیں؟ یہ انسان کیا ہے؟

انسان ایک ایسی تخلیق ہے جو ان سب سے ممتاز و منفرد ہے۔ اس میں کسی حد تک ملائکہ کے اوصاف ہیں اور کسی حد تک شیطان کی شیطنت ہے۔ اسی طرح حیوانوں کی حیوانیت اور وحشت کا بھی کچھ حصہ اس کے مرکب میں شامل ہے۔

اگر انسان عبادت و ریاضت میں مشغول رہے اور خشوع و خضوع سے اپنے رب کے ساتھ لو لگائے اور اس کا دل نفسانی غلاظتوں سے اتنا پاک ہو جائے کہ اس میں حُسنِ مطلق کا جلوہ منعکس ہونے لگے اور ایمان کی مٹھاس چکھ لے تو ایسی حالت میں اس پر ملکی صفات غالب آجاتی ہیں اور فرشتوں سے مشابہہ ہو جاتا ہے جن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کبھی اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے بجا لاتے ہیں۔

اور اگر انسان کی شہوتِ نفسانی میں ہیجان آجائے اور اس پر جنسی جذبات کا غلبہ ہو جس کی وجہ سے خون کھولنے لگے، رگوں میں پارہ دوڑنے لگے اور ذہن میں آرزوؤں اور خواہشات کا طوفان اُمنڈ آئے تو یہ ہر حرام کام کرنے پر راغب ہو جائے گا۔ ہر ناپاک چیز اُسے لطیف و نظیف نظر آئے گی۔ عجیب و غریب غیر طبعی اور غیر فطری منصوبے سوچے گا۔ اس صورت میں اس پر شیطانی کیفیت غالب آجائے گی۔

اور اگر اس کا غصہ بھڑک اُٹھے، اعصاب تن جائیں، خون میں جوش آجائے جسم کے عضلات اکڑ جائیں اور اس کی آرزو اس وقت صرف یہ رہ جائے کہ اپنے دشمن کو دبوچ کر چیر پھاڑ ڈالے، اسے دانتوں سے کاٹے اور ناخنوں سے نوچے کھسوٹے، اس کی گردن میں اپنی انگلیاں پیوست کر کے گلا گھونٹ دے اور اچھی طرح روندے کچلے تو ایسی حالت میں اس پر وحشت اور حیوانیت کی صفت غالب آچکی ہوگی اس میں اور چیتے و تیندوے میں کچھ زیادہ فرق نہ رہ جائے گا۔ یا —

اگر بھوک اور پیاس کی شدت سے تنگ آکر اس کی خواہش اور آرزو صرف یہ رہ جائے کہ ایک روٹی مل جائے جس سے وہ اپنا پیٹ بھر سکے یا پانی کا ایک گھونٹ مل جائے جس سے اپنی پیاس بجھائے تو ایسی صورت میں اس پر جانوروں کی کیفیت غالب ہوگی اور وہ گھوڑے بکری یا کسی بھی اور جانور کی مانند ہو جائے گی۔

یہ ہے انسان کی حقیقت۔ اس میں خیر کی صلاحیت بھی ہے اور شر کی استعداد بھی۔ اللہ تعالٰی نے اس کو دونوں جہتیں عطا فرمائی ہیں اور اس کے ساتھ اسے عقل بھی دی ہے جس کے ذریعے سے یہ خیر و شر میں فرق و تمیز کرتا ہے اور قوت ارادی بھی عطا فرمائی ہے جس کی مدد سے یہ دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر قادر ہے۔

اب اگر انسان اپنی عقل کا بہتر استعمال کرتا ہے اور ارادے کو درست طور پر برتتا ہے اس کی نیکی اور بھلائی کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اور اخلاقِ حسنہ

کی تکمیل ہو جاتی ہے تو یہ آخرت میں خوش بخت ہوگا اور جنت میں جائے گا۔
اور اگر اس کے برعکس کیفیت ہے تو بدبخت ہوگا اور عذاب پائے گا۔

یہ بالکل درست ہے کہ انسانی طبیعت آزادی پسند واقع ہوئی ہے اور مذہب اس پر پابندیاں عاید کرتا ہے، لیکن اگر یہ پابندی نہ ہوتی اور انسان کو اس کی طبع آزاد کے مطابق کھل کھیلنے اور ہر برا کام کرنے کی اجازت دے دی جاتی تو یہ ایسے ایسے کارنامے انجام دیتا کہ انسانی معاشرہ ایک بہت بڑا پاگل خانہ بن کر رہ جاتا۔

اس لیے کہ آزادی مطلق تو صرف دیوانوں کے لیے ہے اور اگر دیوانے کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ ہر وہ کام کر گزرے جو اس کا دل چاہے، بازاروں میں ننگے پھرے یا کسی بس ڈرائیور کے کندھوں پر سوار ہو جائے۔

اگر اس کو آپ کا لباس پسند آگیا تو آپ کا لباس اتروا لے گا۔ یا اگر کسی کی لڑکی پسند آگئی تو وہ مذہب کا بتایا ہوا قانونی طریقہ اختیار کیے بغیر چھیننے کی کوشش کرے گا۔

پابندی کے بغیر آزادی صرف دیوانے کی آزادی ہے جس کے پاس عقل ہے اسے عقل ایسی آزادی سے روکتی ہے۔

عقل بھی تو ایک قید ہے۔ لفظ "عقل" عقال سے بنا ہے جس سے مراد وہ رسی ہے جس سے اونٹ کو باندھا جاتا ہے۔

اسی طرح لفظ "حکمت" حکمۃ الدابۃ (چوپائے کو لگام دینا) سے مشتق ہے۔ یہ بھی بندش ہے۔

اور تہذیب کیا ہے؟ یہ بھی تو پابندی ہے۔ تہذیب آپ کو جو جی چاہے کرنے کی اجازت نہیں دیتی بلکہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے کو ضروری قرار دیتی ہے اور مروج صورطریقوں کے مطابق چلن اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

سی طرح عدالت بھی پابندی ہے۔ یہ بھی آپ کی آزادی کی ایک حد مقرر کرتا ہے۔ یعنی وہ مقام جہاں سے آپ کے ہمسایہ کی آزادی شروع ہوتی ہے۔

پھر یہ ایک واقعہ ہے کہ گناہ کسی قسم کا ہو انسان کو پرلطف معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ نفس انسانی کے مزاج یعنی اس کی آزادروی سے مطابقت رکھتا ہے۔

آپ دوسرے کی غیبت سننے اور غیبت میں شرکت کو دلچسپ محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ اس شخص سے جس کی بُرائی کی جارہی ہے بہتر و افضل ہیں۔

چوری میں مزا ملتا ہے اس لیے کہ اس ذریعے سے انسان کو بغیر محنت و مشقت کے مال مل جاتا ہے۔

زنا میں لذت ہے اس لیے کہ اس میں انسان کی نفسانی خواہشات پوری ہونے کا سامان ہے۔

امتحان میں ناجائز ذرائع کا استعمال بھلا لگتا ہے۔ اس لیے کہ اس طرح محنت کے بغیر کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

اسی طرح ذمہ داریوں سے گریز اور فرض منصبی ادا نہ کرنا بھی انسان کو بہت مرغوب ہے۔ اس لیے کہ اس طرح آرام ملتا ہے کام نہیں کرنا پڑتا۔

لیکن اگر انسان غور و فکر سے کام لے تو یہ بات بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ وقتی لذتیں جہنم کی طویل قید کے مقابلہ میں بہت حقیر و سیر ہے اور یہ ناجائز لذتیں آخرت میں ملنے والے شدید عذاب کی قیمت پر بہت بے حقیقت ہیں۔

ذرا اس مثال پر غور کیجیے کہ اگر کسی شخص سے باقاعدہ قانونی دستاویز پر صرف ایک سال کیلئے یہ معاہدہ کیا جائے کہ ایک سال تک جتنا مال وہ چاہے اُسے ملتا رہے گا۔ جس شہر کے جس عالی شان محل میں رہنا چاہے رہ سکے گا۔ جس عورت کو پسند

کرے اس سے اس کی شادی کر دی جائے گی، بلکہ دو تین چار حتیٰ عورتوں سے چاہے حتیٰ کہ اگر وہ روزانہ ایک کو طلاق دے کر دوسری سے بیاہ رچانا چاہے تو اُسے اس کی بھی اجازت ہوگی۔ اس کے علاوہ بھی وہ جو چیز مانگے گا اُسے ملے گی۔

لیکن اس کے بدلے میں ایک سال کے بعد اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔

کیا وہ اس معاہدے کے لیے تیار ہو جائے گا؟ کیا وہ یہ نہ کہے گا کہ میں ایک سال کے اس لطف و عیش پر جس کا انجام یقینی موت ہے لعنت بھیجتا ہوں؟ کیا وہ اس موقع پر عالمِ تصور میں خود کو سُولی پر لٹکا ہوا نہ دیکھے گا؟ اور محسوس نہ کرے گا کہ اس کی موت واقع ہو گئی ہے؟ اور اب اس کے لیے کچھ باقی نہیں رہا۔

پھر یہ سُولی کی تکلیف تو صرف چند سیکنڈ کی ہے اور آخرت کا عذاب تو نہ ختم ہونے والے زمانوں پر محیط ہے۔

ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس نے اپنی زندگی میں کوئی گناہ نہ کیا ہو اور اس کی لذت کو محسوس نہ کیا ہو۔

کم از کم یہ تو ضرور ہوا ہوگا کہ اس نے ایک آدھ بار صبح کی نماز کے لیے جانے کے مقابلے میں بستر کے لطف و راحت کو ترجیح دی ہوگی۔ آپ بتائیں کہ وہ لذت کہاں گئی جو آج سے دس سال پہلے کسی گناہ میں ہم نے محسوس کی تھی؟ اس میں سے آج کیا باقی ہے۔

اسی طرح کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس نے کبھی نہ کبھی کسی فرض کی ادائیگی کیلئے خود کو مجبور نہ کیا ہو اور اس سلسلے میں تکلیف نہ اُٹھائی ہو۔

کم از کم رمضان میں روزے کی وجہ سے بھوک اور پیاس کی تکلیف تو ضرور محسوس کی ہوگی۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ آج ہمارے احساس میں دس سال پہلے

کے رمضان میں برداشت کی ہوئی بھوک پیاس کی تکلیف کا کتنا حصہ باقی ہے؟ ظاہر ہے کچھ بھی نہیں، وقت گیا بات گئی۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو گناہ کیے تھے ان کی لذت تو ختم ہو گئی لیکن ان کا عذاب باقی رہا۔ اس کے برعکس جو نیکی یا عبادت کی تھی اس کی مشقت اور تکلیف تو ختم ہو گئی لیکن اس کا ثواب باقی ہے۔

اور مرنے کے وقت ظاہر ہے اس وقت ہمارے پاس نہ وہ لذتیں ہوں گی جو ہم نے زندگی میں گناہ کر کے لی تھیں۔ اور نہ وہ مشقتیں ہوں گی جو عبادت یا اطاعت الٰہیہ کی وجہ سے برداشت کی تھیں۔

دونوں کیفیتیں ختم ہو جائیں گی لیکن ان کے نتائج گناہ یا ثواب کی شکل میں باقی رہیں گے۔

ہر ایمان دار شخص چاہتا ہے کہ توبہ کر کے اللہ سے لو لگا لے لیکن اکثر وہ اس کام کو ٹالتا اور کل پر ڈالتا رہتا ہے۔

میں خود پہلے یہ سوچا کرتا تھا کہ جب حج کروں گا تو سارے گناہوں سے توبہ کر لوں گا اور اللہ کی طرف دھیان رکھوں گا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں نے حج بھی کر لیا ہے لیکن خود سے کیا ہوا توبہ کا وعدہ پورا نہ کر سکا۔ اس کے بعد میں دل کو یہ کہہ کر تسلی دیتا رہا کہ جب چالیس سال کا ہو جاؤں گا تو ہر برائی سے توبہ کر لوں گا۔ پھر چالیس سال کا ہو گیا لیکن وہی حال رہا۔ توبہ نہ کر سکا۔ پھر میری عمر ساٹھ سال سے بھی زیادہ ہو گئی لیکن حالت وہی رہی توبہ نصیب نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اب بوڑھا ہو گیا ہوں مگر توبہ کی توفیق ابھی میسر نہیں آئی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں بدکار رہوں اور ہر حرام اور فحش کام کرتا ہوں۔ بحمد للہ ایسی بات نہیں ہے۔

بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے نیک بن جانے کی خواہش اور آرزو کو

رکھتا ہے لیکن ٹالتا رہتا ہے اور اس انداز میں سوچتا ہے کہ موت میں ابھی بہت مہلت باقی ہے، ورکا فی عمر پڑی ہے پھر دیکھا جائے گا۔

میں نے خود دو مرتبہ موت کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اس وقت مجھے یہ شدید احساس ہوا کہ میں نے اپنی زندگی میں وقت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور زندگی کے ان لمحات پر جو اطاعت و عبادت کے بغیر گزرے سخت ندامت محسوس ہوئی۔ واللہ یہ ایک حقیقت ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔

پھر جب میں موت کے منہ سے بچ گیا تو چند دنوں تک یہ کیفیت برقرار رہی اور پھر ٹھیک ہو گیا۔ اس کے بعد پھر زندگی کی فریب کاریوں میں کھو گیا۔ اور بھول گیا۔

یعنی موت کو بھول گیا

ہم میں سے ہر شخص موت کو بھول جاتا ہے۔ ہم روزانہ مرنے والوں کو اپنے سامنے گزرتے ہوئے دیکھتے ہیں مگر کبھی یہ تصور نہیں آتا کہ ایک دن ہم بھی مر جائیں گے نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں تب بھی دنیا کے بارے میں سوچ رہے ہوتے ہیں۔

ہر شخص کچھ اس انداز میں سوچتا ہے کہ باقی سب تو مر جائیں گے وہ خود نہیں مرے گا، حالانکہ انسان خوب جانتا ہے کہ ایک دن دنیا اس سے منہ موڑ جائے گی اور وہ یہاں سے چلا جائے گا۔ انسان کتنی ہی مدت کیوں نہ زندہ رہے ایک نہ ایک دن اسے مرنا ہے۔ ساٹھ سال، ستر سال، سو سال، آخر کتنا عرصہ زندہ رہ سکتا ہے؟ پھر کیا یہ مدت ختم نہ ہوگی؟

کیا یہ بات ہم اچھی طرح نہیں جانتے کہ جو لوگ سو سال زندہ رہے وہ بھی مر گئے؟ حضرت نوح علیہ السلام نو سو پچاس[1] سال اپنی قوم میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ

---

[1] سورۃ عنکبوت آیت ۱۴ میں ارشاد ہے: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۔ اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، وہ ان میں ساڑھے نو سو برس [illegible]

انجام دیتے رہے - آج حضرت نوح علیہ السلام کہاں ہیں ؟ کیا وہ اس دنیا میں باقی رہ گئے ؟ کیا انہیں موت سے ہمکنار نہ ہونا پڑا ؟

پھر جب موت اتنی ہی اٹل ہے کہ اس سے کوئی نہیں بچ سکتا تو پھر ہم موت کے بارے میں کیوں فکر مند نہیں ہوتے ؟ اور اس کے لیے تیاری کیوں نہیں کرتے ؟

اگر کسی شخص کو ایسا سفر درپیش ہو جس پر روانہ ہونے کا وقت اسے معلوم نہ ہو کیا وہ اس کیلئے ہر وقت تیار ہو کر نہ رہے گا تاکہ روانگی کی اطلاع ملتے ہی چل پڑے ؟

گزشتہ موسم سرما میں جب میں عمان میں تھا ۔ میں نے خود یہ واقعہ دیکھا کہ اردن کے جن اساتذہ نے سعودی حکومت سے ملازمت کا معاہدہ کیا تھا انہیں حکومت نے مطلع کر دیا کہ طیارے جب ان کو لینے آئیں گے تو بلا توقف لے کر چل پڑیں گے اس لیے انہیں ہر وقت تیار رہنا چاہیئے ۔

اب ہوا یہ کہ جن لوگوں نے اپنے سفر کے کاغذات مکمل کرا لیے تھے' سامان باندھ کر تیار رکھا تھا اور اپنے عزیز و اقارب سے مل ملا کر ملک کو چھوڑنے کے لیے تیار تھے وہ تو جس وقت انہیں بلایا گیا فوراً ایرپورٹ پہنچ گئے اور جنہوں نے سستی دکھائی اور وقت ٹالتے رہے انہیں جب بلایا گیا تو کہنے لگے ہمیں کچھ وقت چاہیئے تاکہ بازار سے سامان خرید سکیں - گاؤں جا کر بال بچوں سے مل سکیں اور حکومت سے پاسپورٹ وغیرہ تیار کرا سکیں - ایسے لوگوں کو کوئی مہلت نہ دی گئی اور طیارے انہیں چھوڑ کر چلے گئے ۔

لیکن ملک الموت جب آئے گا تو وہ چھوڑ کر بھی نہ جائے گا ۔ بلکہ بزور پکڑ کر اپنے ساتھ لے جائے گا - آپ کتنا ہی انکار کریں ایک گھنٹہ ایک منٹ ایک لمحے کی بھی مہلت نہیں دے گا ۔

وہ مہلت دے ہی نہیں سکتا ' یہ اس کے اختیار میں ہی نہیں ہے وہ حکم میں

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://e3dea4our-peace.page.tl

))

ہے کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ "وہ" کب آکر اپنے ساتھ لے جائے گا۔

اور یہ موت کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟

انسانی زندگی مختلف مراحل پر منقسم ہے، ایک مرحلہ تھا جب وہ ماں کے پیٹ میں بحالت جنین تھا۔ پھر ایک مرحلہ آیا جب اس نے محسوس کیا کہ وہ اس دنیا میں ہے۔ پھر ایک مرحلہ آئے گا جب یہی انسان اپنی موت کے وقت سے قیامت تک کے لیے دنیا اور آخرت کے درمیانی پڑاؤ "برزخ" میں رہے گا اور آخری مرحلہ جو ابدی اور غیر فانی ہے اور جہاں کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے، آخرت کا مرحلہ ہے۔

اور ہر مرحلے کی اپنے سے پہلے مرحلے کے مقابلے میں وہی حیثیت ہے جو اس کے بعد کے مرحلے کی خود اس کے مقابلے میں۔

یہ دنیا تنگنائے شکم مادر کے مقابلے میں اتنی ہی وسیع ہے جتنی برزخ اس دنیا کے مقابلے میں۔

بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو وہ اسی کو اپنی دنیا خیال کرتا ہے اور اگر وہ سوچ سمجھ سکے اور سوال وجواب کے قابل ہو تو کہے گا کہ اس کا یہاں سے نکلنا موت ہے۔ یقینی موت۔

اگر پیٹ میں بیک وقت دو توام بچے ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے سے پہلے باہر آجائے اور دوسرا بچہ جو اس کے ساتھ ہے اُسے باہر جاتے اور خود سے جدا ہوتے دیکھے تو یقیناً وہ سمجھے گا کہ اس کا ساتھی مرگیا اور پاتال میں کہیں دفن ہوگیا۔

بچہ اگر مشیمہ (آنول) کو کوڑے میں پڑا دیکھے تو یہی خیال کرے گا کہ یہ اس کے بھائی کی لاش ہے اور اسے دیکھ کر اسی طرح روئے گا جس طرح کوئی ماں اپنے

لختِ جگر کو قبر میں اتارتے وقت دیکھ کر روتی ہے، کیونکہ وہ پہلے اسے گرد و غبار سے بھی بچایا کرتی تھی۔

اس بیچاری کو یہ معلوم نہیں کہ بچے کا یہ مُردہ جسم بھی قمیص کی مانند ہے۔

یہ انسانی جسم دراصل ایک قمیص کی مانند ہے جو میلی، گندی اور بوسیدہ ہو جانے تو بیکار ہو جانے کی وجہ سے اسے اتار کر پھینک دیا جاتا ہے۔

یہی دراصل جسم کی موت ہے جو درحقیقت نئے جنم کے مترادف ہے۔ یہ زندگی کے ایک مرحلے سے نکل کر ایک نئے اور آرام دہ مرحلہ میں داخل ہونا ہے۔

یہ دُنیا ایک گزرگاہ ہے۔ یہاں ہماری زندگی کسی مہاجر یا مُسافر کی سی زندگی ہے جیسے کوئی شخص امریکہ جانے کے لیے اثناءِ راہ میں کئی ممالک سے گزرتا ہے۔ یہ مُسافر جہاز میں اپنے لیے بہترین کمرے کا انتخاب ضرور کرتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے کمرے میں ہر طرح کا آرام ملے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنا سرمایہ کمرے کے نئے فرش بنوانے اور اس کی دیواروں کی آرائش و زیبائش پر خرچ کر دے کہ اس کی جمع پونجی اسی میں صرف ہو جائے اور جب امریکہ پہنچے تو قلاش ہو۔

وہ یقیناً یہ سوچے گا کہ اس کمرے میں میرا قیام زیادہ سے زیادہ چند ہفتے ہے اس لیے اس میں قیام کے دوران جو کچھ میسر آسکے اسی پر قناعت کرنا اور وقت گزار جانا چاہیئے اور اپنا سرمایہ محفوظ رکھنا چاہیئے تاکہ امریکہ جاکر جو گھر لیا جائے اس کا انتظام و انصرام بہتر طور پر کیا جا سکے، کیونکہ وہاں مجھے مستقل قیام کرنا ہے۔

دُنیا اور آخرت کی مثال کو اس واقعہ سے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔

آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے امریکہ نے اپنے ایٹمی تجربے کے لیے بحرالکاہل کے ایک جزیرے میں جس میں چند سو ماہی گیروں کی بستیاں تھیں، یہ اعلان کرایا کہ جزیرے کے باشندے یہ جزیرہ خالی کر دیں اور اس کے بدلے میں انھیں جس ملک

میں وہ چاہیں ایک آراستہ گھر دیا جائے گا، بشرطیکہ وہ جزیرہ خالی کرتے اور اپنا سامان وہاں سے اٹھا لے جانے کی اطلاع فلاں تاریخ تک دے دیں۔

اس مقصد کیلئے ایک تاریخ مقرر کر دی گئی تھی اور یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ مقررہ تاریخ کے بعد طیارے آئیں گے اور لوگوں کو نکال کر لے جائیں گے۔

اہلِ جزیرہ میں سے کچھ لوگوں نے تو جزیرہ چھوڑ دینے کا اعلان کر دیا اور مقررہ تاریخ سے پہلے اپنا سب کچھ سمیٹ لیا اور کچھ نے سستی دکھائی، جانے کے خیال کو ٹالتے رہے یہاں تک کہ مقررہ تاریخ قریب آ گئی اور کچھ ایسے بھی تھے جنہیں اس بات پر یقین ہی نہ آیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے، دُنیا میں امریکہ نام کا کوئی ملک موجود ہی نہیں اور دُنیا صرف ہمارے اس جزیرے ہی کا نام ہے، اور ہم اس کو چھوڑ کر ہرگز نہ جائیں گے۔ وہ یہ بات بھول گئے کہ یہ جزیرہ عنقریب تباہ ہو جائیگا اور اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

یہی مثال دُنیا کی ہے۔

پہلا گروہ مومنوں کی مانند ہے جو ہمیشہ آخرت کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں توبہ و عبادت کے ذریعے اپنے رب سے ملنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

دوسری مثال ان مومنوں کی ہے جو کوتاہیاں اور گناہ کرتے رہتے ہیں اور تیسرا گروہ ان مادہ پرست کافروں کی مانند ہے جو سمجھتے ہیں کہ زندگی بس یہ دُنیوی زندگی ہے اس کے بعد کچھ نہیں اور موت نہ ختم ہونے والی نیند ہے جس کے بعد سب کچھ فنا ہو جائے گا اور تمام مصیبتوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔

اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ اسلام مسلمان سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ دُنیا چھوڑ دے اور مسجد میں جا رہے اور پھر وہاں سے نہ نکلے۔

نہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان کسی غار میں جا بیٹھے اور پوری زندگی وہیں

گزار دے ــــ قطعاً نہیں۔

بلکہ اسلام کا مطالبہ تو مسلمانوں سے یہ ہے کہ ان کی تہذیبی قدریں اتنی اعلیٰ و ارفع ہوں کہ وہ دُنیا کی سب مہذّب اقوام سے آگے بڑھ جائیں اور مال و دولت کے اعتبار سے سب مالداروں پر سبقت لے جائیں اور علم کے تمام شعبوں میں اتنی ترقی کریں کہ دُنیا کے تمام عالموں کو پیچھے چھوڑ جائیں۔

اس کے علاوہ اسلام مُسلمان کے لیے ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے جسم کے حقوق کی نگہداشت کرے۔ غذا اور ورزش کے ذریعے سے اسے بہتر بنائے۔ نیز اپنے اہل وعیال کا حق ادا کرے۔ ان کا ہر طرح خیال رکھے اور ان سے اچھا برتاؤ کرے۔

بیٹے کا حق اس طرح ادا کرے کہ اسے اعلیٰ تعلیم و تربیت دلائے۔ اس کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔

معاشرے کا حق اس طرح ادا کرے کہ اس میں جس خیر و صلاح کی کمی محسوس کرے اسے اپنے حُسنِ عمل سے پورا کرے۔

اللہ تعالیٰ کا حق اس طرح ادا کرے کہ اسے یکتا معبود مانے اور اس کی عبادت و اطاعت کرے۔

مُسلمان مال جمع کرے لیکن جائز طریقے سے۔ حلال اور پاک چیزوں سے لطف اندوز ہو۔ اور دُنیا میں بہترین دُنیا داروں کی سی زندگی گزارے ــــ بشرطیکہ توحید میں فرق نہ آئے اور اس کا ایمان شرکِ جلی یا خفی کی آمیزش سے پاک ہے پکّا مُسلمان بن کر حرام چیزوں سے بچے اور اپنے دینی فرائض و واجبات ادا کرے۔

مال و دولت اس کے پاس ہو لیکن دل و دماغ پر مسلط نہ ہو اور نہ مال و دولت پر بھروسہ کرے ــــ بلکہ مُسلمان کا اعتماد اور بھروسہ اپنے رب پر ہوتا ہے اور اسی کی رضا مُسلمان کی رضا اور غایت مقصود ہوتی ہے۔

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://e3dea4our-peace.page.tl

) M

The Unique
HANDBOOK OF ISLAM
II

شیخ علی طنطاوی

سید شبیر احمد

FAITH FORUM 4 PEACE
http://FaithForum.WordPress.com
http://Endeavour-Peace.Page.tl
http://Peace-Forum.Blogspot.com
E Mail: FaithForum@live.com
Endeavour.peace@gmail.com

دینِ اسلام

اسلام کیا ہے؟

ایمان باللہ ایک ناقابلِ تقسیم اکائی ہے
اگر کوئی مسلمان ننانوے عقیدوں پر ایمان رکھتا ہے
اور ایک عقیدے کا انکار کرتا ہے
تو وہ کافر ہے
اللہ تعالی اس کیفیت سے ہم سب کو
اپنی امان میں رکھے۔ آمین

دینِ اسلام

اِسلام کیا ہے؟

ایک مرتبہ میں نے اپنے شاگردوں سے پوچھا: "اگر آپ کے پاس ایک اجنبی آکر کہے کہ میرے پاس صرف ایک گھنٹے کی مہلت ہے اور اسی فرصت میں اسلام کو سمجھنا چاہتا ہوں، آپ اس کو ایک گھنٹہ میں اسلام کس طرح سمجھائیں گے؟"

وہ سب کہنے لگے یہ تو ناممکن ہے۔ اسلام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے توحید کو سمجھے، تجوید سیکھے، تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول کا مطالعہ کرے، پھر مختلف مسائل و مشکلات پر غور و فکر کرے، گویا کم از کم پانچ سال لگائے تب اسلام کو سمجھ سکے گا۔

مَیں نے ان سے کہا کہ آپ بڑی عجیب بات کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ایک بدوی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ایک آدھ دن قیام کے بعد جب واپس جاتا تو اپنے قبیلے کیلئے معلم و رہنما اور اسلام کا مبلغ و داعی بن کر واپس جاتا تھا؟

اس بات کا اس سے بھی زیادہ وزنی اور قطعی ثبوت مشہور حدیثِ جبریل کے وہ کلماتِ طیبات ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین فقروں میں پورے دین کا لُبِّ لباب بیان فرما دیا ہے اور "اسلام، ایمان اور احسان" کی پوری وضاحت فرما دی ہے۔ اگر یہ سب کچھ ممکن ہے تو آج ایک شخص کو ایک گھنٹے میں اسلام کیوں نہیں سمجھایا جا سکتا؟

اسلام کیا ہے؟
مُسلمان کیسے بنا جاتا ہے؟

دُنیا کے ہر سچے اور جھوٹے مذہب ، ہر مفید اور غیر مفید جماعت اور ہر اچھی یا بُری تنظیم کے لیے کچھ بُنیادی اصول اور چند فکری و اعتقادی بنیادیں ضروری ہوتی ہیں جن سے اسکے مقاصد متعین اور سمت مقرر ہوتی ہے۔

اصول اس مذہب یا جماعت کے اراکین اور ماننے والوں کے لیے دستورِ اساسی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جو شخص ان جماعتوں ، مذاہب یا انجمنوں میں سے کسی کا رُکن بننا چاہتا ہے وہ پہلے ان بنیادی باتوں کو دیکھتا ہے ، اگر یہ اسے پسند آجاتی ہیں ، ان کے درست ہونے کا یقین ہوجاتے اور اس کا ذہن و فکر ان باتوں کو قبول کر لے اور اس کے شکوک و شبہات دُور ہوجائیں تو وہ اس جماعت کا ممبر بن کر اس کے اراکین و متبعین میں شمولیت اختیار کرلیتا ہے۔

اس کے بعد اس پر لازم ہوجاتا ہے کہ دستور کے مطابق تمام فرائض پورے کرے اور مقررہ چندہ ادا کرے ۔ نیز اپنے طرز و روش سے بنیادی اصولوں پر اپنے ایمان و خلوص کا ثبوت پیش کرے اور اس کے بنیادی اصولوں کو ہر وقت یاد رکھے ۔ ان کے خلاف کوئی کام نہ کرے بلکہ اپنے انداز و اطوار اور قول و عمل سے اس جماعت کے مقاصد کا اعلیٰ نمونہ بن کر رہے اور اپنی عملی زندگی سے دوسروں کو اس جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دے۔

گویا کسی جماعت کا رُکن بننے کے معنی یہ ہیں کہ رُکن کو اس جماعت کے نظام سے پوری واقفیت ہو ۔ اس کے اصولوں پر یقین رکھے : اس کے احکام کی اطاعت کرے اور اپنی زندگی ان کے مطابق بسر کرے ۔

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://e3dea4our-peace.page.tl

یہ ایک عام قاعدہ ہے جس کا اطلاق اسلام پر بھی ہوتا ہے۔ جو شخص اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ سب سے پہلے اسلام کی ان بنیادی باتوں کو قبول کرے جو عقل میں آ سکتی ہیں اور ان کی پوری طرح تصدیق کرے تا کہ وہ اس کا عقیدہ بن جائیں۔

ان بنیادی عقائد کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مادی عالم ہی سب کچھ نہیں اور محض یہ دُنیوی زندگی ہی کُل زندگی نہیں ہے۔

اس لیے کہ انسان تو اس دُنیا میں پیدا ہونے سے پہلے بھی موجود تھا اور مرنے کے بعد بھی موجود رہے گا۔

نیز یہ کہ انسان نے خود کو خود پیدا نہیں کیا بلکہ انسان تو اس وقت سے موجود ہے جب اس کو اپنے وجود کا پتہ بھی نہ تھا۔

اور نہ انسان کے خالق یہ جمادات (زمین، آسمان، پہاڑ، چاند، سُورج، سمندر وغیرہ) ہیں جو انسان کو اپنے آگے پیچھے یا اُوپر نیچے نظر آتے ہیں۔

کیونکہ انسان ذی عقل ہے اور یہ جمادات عقل سے عاری ہیں۔

بلکہ انسان کو اور اس کائنات کو (جس میں اربوں دُنیائیں موجود ہیں) وہ الٰہ واحد جو یکتا ہے اور زندگی اور موت کا مالک ہے عدم سے وجود میں لایا ہے اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔

اور وہ اگر چاہے تو سب کچھ فنا بھی کر سکتا ہے۔

اس الٰہ واحد و صمد کو کائنات کی کسی چیز سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی ہے وہ ہمیشہ سے ہے، اس کی کوئی ابتدا نہیں، ہمیشہ رہے گا جس کی کوئی انتہا نہیں۔

ایسا قادرِ مطلق ہے جس کی قدرت لامحدود ہے۔

اس کے علم سے کوئی بات اور کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

عادل ہے لیکن اس کے عدلِ مطلق کو انسانی عدل کے پیمانے سے نہیں ناپا جا سکتا۔

تمام فطری اور طبیعی قوانین و نوامیس جن پر اس کائنات کا نظام قائم ہے اسی کے بنائے ہوئے اور نافذ کردہ ہیں۔

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://e3dea4our-peace.page.tl

اس کائنات میں ہر چیز اس نے ایک اندازے کے مطابق پیدا فرمائی اور ازل ہی سے تمام اشیا کی جزئیات اور اقسام متعین و مقرر فرما دیں۔

علاوہ ازیں جاندار اور بے جان ہر قسم کی موجودات کے بارے میں ہر طرح کی چھوٹی بڑی تفصیلات مثلاً حرکت و سکون، باقی رہنے یا فنا ہو جانے یا کچھ کرنے اور نہ کرنے کی جو بھی کیفیت یا حالت ان پر طاری ہو گی اس نے ازل میں ہی طے کر دی تھیں۔

اسی نے انسان کو عقل عطا فرمائی جس کے ذریعے سے وہ بہت سے ایسے معاملات جو اس کے اختیار میں دیئے گئے ہیں حل اور طے کرتا ہے اور اسی عقل کے ذریعے وہ اپنے ارادے کی سمت متعین کرتا ہے۔

اسی کی عطا کردہ قوتِ ارادی کے ذریعے اپنی پسند اور اپنے انتخاب کو حقیقت کا رنگ دیتا اور بروئے کار لاتا ہے۔

اسی نے یہاں کی وقتی اور عارضی زندگی کے بعد آخرت کی ابدی اور دائمی زندگی بنائی ہے جس میں نیک کام کرنے والوں کو ان کے حسنِ عمل کی جزا ملے گی اور بدکاروں کو ان کے بُرے کاموں کی سزا۔

اور یہ معبود ایک ہے، یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں جسے اس کے ساتھ پوجا جائے، نہ کوئی ایسی ہستی ہے جس کو ذریعۂ وسیلہ بنا کر اس کا قرب حاصل کیا جائے اور نہ ہی اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش کر سکتا ہے۔

ان سب باتوں کا مطلب یہ ہوا کہ عبادت کے جتنے انداز یا طریقے ہیں سب صرف اسی کے لیے مخصوص ہیں کسی دوسرے کے حضور ان کو ادا کرنا یا بجا لانا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو بھی مخلوق پیدا کی ہے اس میں کچھ مادی ہے جو ہمیں نظر آتی ہے یا ہمارے حواس اسے محسوس کر سکتے ہیں اور کچھ ایسی ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی یا ہمارے حواس کی رسائی سے باہر ہے اس کو مخلوقاتِ غیبیہ کہا جاتا ہے۔ پھر موجودات و مخلوقات میں کچھ بے جان ہیں اور کچھ جاندار اور کچھ ایسے ہیں جو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کے لیے جواب دہ ہیں۔

اسی جاندار مخلوق میں کچھ ایسی ہے جو محض خیر کے لیے پیدا کی گئی ہے جیسے ملائکہ اور کچھ ایسی ہے جو محض شر کے لیے پیدا کی گئی ہے جیسے شیاطین اور کچھ ایسی ہے جس میں دونوں پہلو ہیں' ان میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی ۔ یہ جن وانس ہیں ۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے بعض افراد کو منتخب فرما لیتا ہے جن کے پاس اللہ کی طرف سے فرشتے وحی اور احکامِ شریعت لے کر آتے ہیں۔ یہ منتخب افراد انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو شریعت بھیجی گئی ہے وہ ان کتابوں اور صحیفوں میں موجود ہے جو آسمان سے نازل کیے گئے ہیں لیکن ہر بعد میں آنے والی کتاب اپنے سے پہلی کتاب میں ترمیم و تنسیخ کرتی رہی ہے ۔ ان میں سے سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے ۔ اس سے پہلے جتنی کتابیں نازل ہوئی تھیں ان میں یا تو تحریف کی گئی یا وہ ضائع ہوگئیں یا بھلا دی گئیں ۔ صرف قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جو ہر لحاظ سے محفوظ اور ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے ۔

تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام میں آخری رسول جناب محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو عرب تھے اور قبیلہ قریش میں سے تھے ۔ آپ پر رسالت و نبوت ختم کر دی گئی ـــ آپ کے دین کے بعد اب نہ تو کوئی دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے گا اور نہ ہی کوئی نبی یا رسول آئے گا ۔

قرآن مجید اسلام کا دستورِ اساسی ہے' جو شخص اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب تسلیم کر لیتا ہے اور اس پر پوری طرح ایمان لے آتا ہے اسے مومن کہا جائے گا ۔

لیکن محض دل میں ایمان لے آنے کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جان سکتا ہے' بندے کسی کا دل چیر کر نہیں دیکھ سکتے' اس لیے مسلمان بننے کے لیے ضروری ہے کہ زبان سے بھی کلمۂ شہادت ادا کر کے اپنے مسلمان اور مومن ہونے کا اعلان کرے ۔

کلمۂ شہادت یہ ہے : اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ۔

جب کسی نے مذکورہ بالا کلمۂ شہادت زبان سے ادا کر کے اپنے مُسلمان ہونے کا اقرار کر لیا تو وہ مُسلمان ہو گیا۔ گویا اب وہ دولتِ اسلامیہ کا حقیقی شہری قرار پا گیا اور اسے وہ تمام حقوق حاصل ہو گئے جو ایک مسلمان کو حاصل ہیں اور اس نے ان تمام فرائض کی ادائیگی قبول کر لی جن کا ادا کرنا از روئے اسلام ہر مسلمان پر لازم ہے۔

یہ فرائض یعنی عبادات بہت مختصر اور آسان ہیں۔ نہ تو ان کے ادا کرنے میں کچھ زیادہ مشقت ہے اور نہ ان کی وجہ سے معمولاتِ زندگی میں کوئی حرج واقع ہوتا ہے۔

(۱) ان میں سے پہلا عمل یہ ہے کہ صبح کے وقت وضو کرے یعنی اپنے ہاتھ پاؤں اور مُنہ دھوئے اور سر کا مسح کرے اور اگر ناپاک (جنبی) ہو تو غسل کرے یعنی پُورا جسم پانی سے پاک کرے اور اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے جس میں یکسُو ہو کر اپنے رب سے لو لگائے اور باتیں کرے۔ اللہ سے اس کا فضل طلب کرے اور اس کے عذاب سے پناہ مانگے۔

پھر دوپہر کو اسی طرح چار رکعتیں ادا کرے۔ پھر دن میں مزید چار رکعت اور سُورج غروب ہونے کے بعد پھر تین رکعت اس کے بعد رات کے ابتدائی حصے میں مزید چار رکعت نماز ادا کرے۔

فرض نمازیں صرف یہی ہیں جن کی ادائیگی میں پُورے دن میں آدھ گھنٹہ بھی صَرف نہیں ہوتا۔ مزید برآں ان کی ادائیگی کے لیے نہ کسی خاص جگہ کی پابندی ہے اور نہ کسی خاص مذہبی شخصیت کے ساتھ ادا کرنے کی شرط۔

نماز اور اسلام کی باقی سب عبادتیں بندے اور رب کے مابین براہِ راست رابطہ ہے۔

(۲) دوسرا ضروری عمل یہ ہے کہ سال کے ایک خاص مہینے میں مُسلمان اپنا ناشتہ معمول سے ذرا پہلے کر لیتا ہے۔ یعنی صبح کی بجائے رات کے آخری حصے میں اور صبح کا کھانا سُورج غروب ہونے کے بعد کھاتا ہے اور دن بھر کھانے پینے اور جماع سے باز رہتا ہے۔

یہ مہینہ انسان کے تزکیۂ نفس کا ذریعہ بھی ہے اور اس میں معدے کو بھی آرام ملتا ہے

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://e3dea4our-peace.page.tl

اخلاق سنورتے ہیں اور جسم تندرست ہوتا ہے۔

پھر یہ مہینہ خیر کے لیے جمع ہونے اور نیک کام اجتماعی طور پر سرانجام دینے کا مظہر اور اسلامی زندگی میں مساوات کی علامت بھی ہے

(۳) تیسرا فریضہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس سال بھر کھانے پینے اور بال بچوں کے

؎ واجب، سنت اور نفل نمازیں ان کے علاوہ ہیں۔ مترجم

اخراجات پورا کرنے کے بعد مال کی ایک مقررہ مقدار بچ رہے جو ضرورت سے فاضل ہو تو گویا وہ غنی ہے اور اس پر واجب ہو جاتا ہے کہ سال گزرنے کے بعد اس بچی ہوئی رقم میں سے ڈھائی فیصد فقیروں اور مسکینوں کا حصہ رضاکارانہ طور پر ادا کرے اور اس کو بوجھ نہ سمجھے۔

یہ رقم غریبوں اور مسکینوں کے لیے معقول مدد اور اجتماعی کفالت کا ایک مستحکم ذریعہ بن جاتی ہے اور فقر و احتیاج کا (جو دنیا کا بدترین مرض ہے) علاج ہے۔

(۴) اسلام نے معاشرے کے لیے بار بار منعقد ہونے والے اجتماعات کا انتظام بھی کیا ہے۔ مثلاً ایک محلہ وارانہ اجتماع ہے جو دن میں پانچ مرتبہ منعقد ہوتا ہے جیسے سکول کے پیریڈ ہوتے ہیں۔ یہ نماز باجماعت ہے۔

اس اجتماع میں ہر رکن اپنے رب کے اس کے حضور میں کھڑے ہو کر صرف اسی کی عبادت کرنے کا عہد کرتا ہے اور اس سے ہمیشہ سیدھے راستے (صراط مستقیم) پہ چلتے رہنے کی ہدایت اور توفیق طلب کرتا ہے۔ اس کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں مثلاً طاقتور لوگ کمزوروں کی مدد کرتے ہیں علماء جاہلوں کو تعلیم دیتے ہیں اور باصلاحیت لوگ غریبوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ یہ صرف پندرہ منٹ کیلئے منعقد ہوتا ہے اس لیے اس کی وجہ سے کسی کارکن یا تاجر کے کام میں کوئی حرج یا خلل واقع نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ ایک اجتماع ہے جو پورے شہر کے باشندوں کو باہم ملنے جلنے کا موقع فراہم کرتا ہے اور سال میں دو بار منعقد ہوتا ہے۔ یہ نماز عید کا اجتماع ہے اس میں بھی ایک گھنٹے سے کم وقت صرف ہوتا ہے۔

پھر ایک اجتماع جس کو تمام علاقوں کا سب سے بڑا اجتماع عام کہا جا سکتا ہے جو سال میں

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://e3dea4our-peace.page.tl

یہ دراصل ذہن وفکر کو ایک خاص ماحول میں تربیت دینے اور مخصوص جہت میں ترقی دینے کا بہترین پروگرام ہے جس میں جسمانی محنت ومشقت کا تجربہ بھی شامل ہے۔

ہر مسلمان پر زندگی میں صرف ایک بار بشرط استطاعت اس اجتماع میں شریک ہونا فرض کیا گیا ہے، یہ حج کا اجتماع ہے۔

یہ ہیں کل وہ بنیادی عبادات جن کا ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے

عبادات کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ بعض مخصوص کام نہ کیے جائیں

یہ کام وہ ہیں جن کے برا ہونے اور ان کے روکنے پر دنیا کے تمام صاحب عقل لوگ متفق ہیں۔ مثلاً کسی جواز کے بغیر انسانی قتل، دوسروں کے حقوق پر دست درازی، ہر قسم کا ظلم، ہر نشہ جو عقل سلب کر لیتا ہے، زنا جو خاندانوں کی عزت وشرافت کا دیوالہ نکال دیتا ہے اور نسب میں آمیزش کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح سود، جھوٹ، دھوکہ بازی، کھوٹ ملانا، عہد شکنی اور فوجی خدمت سے فرار۔

یہ سب ناجائز اور ممنوع کام ہیں اور ان سے بھی بڑھ کر والدین کی نافرمانی، جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی وغیرہ ایسے جرائم ہیں جن سے اسلام سختی سے منع کرتا ہے اور ان کے علاوہ تمام برے کام جن کے برے اور ناروا ہونے پر عقول انسانی متفق ہیں۔

اب اگر کوئی مسلمان چند فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی کرتا ہے یا کچھ ناجائز افعال کا ارتکاب کر گزرتا ہے۔ پھر نادم ہو کر توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔

اور اگر توبہ نہیں کرتا اور اپنی غلط روش پر قائم ہے تب بھی اسے مسلمان شمار کیا جائے گا، لیکن وہ گنہگار ہوگا اور آخرت میں عذاب کا مستحق۔

مگر یہ عذاب ایک مدت کے لیے ہوگا ابدی نہ ہوگا جو کہ کافروں کیلئے مخصوص ہے

لیکن ایمان تقسیم نہیں ہو سکتا۔

اگر ایک مسلمان ننانوے (۹۹) عقیدوں پر ایمان رکھتا ہے اور ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص بظاہر مسلمان ہو لیکن درحقیقت بے ایمان ہو۔
جیسے کوئی شخص کسی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے اس کے اجتماعات میں شرکت کرتا ہے لیکن درحقیقت اس نے اس کے اصولوں کو دل سے تسلیم نہیں کیا ہوتا اور ان کے صحیح ہونے کا دل سے قائل نہیں ہوتا بلکہ وہ اس جماعت میں جاسوسی کی غرض سے یا اس کے کاموں کو بگاڑنے کے لیے شامل ہوتا ہے۔

اس مسلمان کو منافق کہا جائے گا جو زبان سے تو کلمہ طیبہ پڑھتا ہے نماز روزے کا پابند ہے لیکن دل سے مومن نہیں۔
اس کی نجات نہ ہو گی۔ اگرچہ بظاہر اور دنیوی اعتبار سے ہم اسے مسلمان ہی کہیں گے اس لیے کہ انسان تو کسی کی ظاہری حالت ہی دیکھ سکتا ہے دلوں کے بھید صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔
اگر ایک شخص اسلام کی فکری اور نظری بنیادوں پر پوری طرح ایمان لے آتا ہے یعنی وجود باری تعالیٰ کی مکمل تصدیق کرتا ہے اور اس بات پر ایمان لے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے شریک اور درمیانی واسطے سے پاک ہے۔
فرشتوں، تمام رسولوں، آسمانی کتابوں، اخروی زندگی اور تقدیر پر ایمان لے آتا ہے زبان سے کلمہ شہادت ادا کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، ماہ رمضان کے روزے رکھتا ہے۔ اگر اس کے مال پر زکوٰۃ واجب ہو تو زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور بشرط استطاعت زندگی میں ایک مرتبہ حج کر لیتا ہے، جن حرام کاموں کی حرمت متفق علیہ ہے ان سے باز رہتا ہے تو وہ مومن مسلمان ہے۔

لیکن ان ظواہر پر عمل کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مومن کامل بھی ہو جائے۔
ایمان کے حقیقی فوائد اور اس کا صحیح ذائقہ اسے اس وقت حاصل ہوگا جب وہ
اپنی پوری زندگی میں ایک حقیقی مومن کا کردار اور طرزِ عمل اختیار کرے گا
جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقِ عمل کو صرف ایک جملے میں بیان فرما دیا
ہے اور یہ جملہ اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اتنا جامع اور وسیع المعنی ہے

لے یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ نفاق دراصل یہ ہے کہ کوئی شخص خود کو مسلمان ظاہر کرے لیکن بہ باطن کافر ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ آیت المنافق ثلاثۃ (یعنی منافق کی تین نشانیاں ہیں، اگر وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، گفتگو کرے تو اس میں جھوٹ بولے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔) یہاں جس نفاق کا ذکر ہے وہ عملی نفاق ہے یعنی کردار کا نفاق ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ دراصل کفر عقیدے کا نفاق ہے اور یہی اصل نفاق ہے (مصنف)

کہ انسانی قوتِ بیان اور طلاقتِ لسانی کی حد اس پر ختم ہو جاتی ہے۔
اس ایک جملے میں دنیا اور آخرت کی ہر قسم کی خیر جمع کر دی گئی ہے۔
اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں، کیفیتوں اور حالات
میں اُٹھتے بیٹھتے، خلوت و جلوت میں، سنجیدگی میں اور مزاح کی کیفیت میں ہر وقت یہ
دھیان رکھے اور یہ بات یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔
اور جب اسے یاد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے تو اس کے احکام کی خلاف ورزی
نہیں کر سکے گا۔
نیز جب اُسے یہ معلوم ہوگا کہ اس کا رب اس کے ساتھ ہے تو اسے کوئی خوف
ہوگا نہ مایوسی۔ وہ کسی دوسرے کا محتاج نہ ہوگا صرف اللہ تعالیٰ سے مانگے گا اور اسی
سے دعا کرے گا۔
اس کے باوجود اگر اس سے کبھی گناہ سرزد ہو جائے اور انسان ہونے کے ناطے
ایسا ہونا لازم ہے تو اپنے گناہ سے باز آ جائے گا اور توبہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس
کی توبہ قبول فرمائے گا۔

یہ سب مفہوم و مضمون جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ایک فقرے میں جمع ہے جو آپ نے احسان کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

"اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اس لیے کہ اگر تم اسے نہ دیکھ سکو تو وہ تو تم کو ضرور دیکھ رہا ہے:

جو کچھ اب تک بیان ہوا یہ ہے مجمل طور پر دینِ اسلام۔ تفصیل آگے آئے گی۔

اس کتاب کا زیرِ نظر حصہ جو اس وقت پیش کیا جا رہا ہے عقیدے اور ایمان کے بیان پر مشتمل ہے۔ اگلے دو حصوں میں "اسلام" اور "احسان" کی تشریح اور وضاحت پیش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

/ e. t wwwww

بدیہیات یقینی

وہ واضح اور کھلی ہوئی حقیقتیں جنہیں عقل قبول کرتی ہے اور سب لوگ بلا دلیل تسلیم کرتے ہیں۔

ایسی حقیقتیں جب تحت الشعور میں جاگزیں ہو کر خوب راسخ ہو جائیں اور ذہن و شعور پر پوری طرح اثر انداز ہو کر انسان کے فکر و عمل کی قوتوں کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیں تو یہی حقیقتیں عقیدہ بن جاتی ہیں۔ اور کسی بات کو عقیدہ بنا لینا اس پر ایمان لانا کہلاتا ہے۔

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://e3dea4our-peace.page.tl

چند اصطلاحات کی وضاحت

اس فصل میں عقیدہ کی تعریف پیش کی جائے گی، لیکن اس سے پہلے میں ضروری خیال کرتا ہوں کہ چند اصطلاحوں کی وضاحت کردوں جو اکثر علما کی زبان پر رہتی ہیں اور کتب عقاید میں بار بار ان کا ذکر آتا ہے۔

یہ اصطلاحیں "شک" "ظن" اور "علم" ہیں۔

ان کی وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ عقیدے کا مفہوم سمجھنا ان اصطلاحوں کو سمجھے بغیر مشکل ہے۔

مشہور فلسفی "ڈی کارٹ" نے اپنے مخصوص طریقہ استدلال میں تشکیک سے ابتدا کی ہے اور امام غزالی نے اپنی کتاب "المنقذ من الضلال" میں اس سے بہت پہلے یہی انداز اختیار کیا تھا۔ ان دونوں نے "شک" کو حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ "شک" کیا چیز ہے؟

اس مثال پر غور کیجیے! آپ مکہ میں بیٹھے ہیں آپ سے کوئی شخص دریافت کرتا ہے کیا اس وقت طائف میں بارش ہورہی ہے؟ جواب میں آپ نہ "ہاں" کہہ سکتے ہیں اور نہ پورے وثوق سے انکار کرسکتے ہیں۔

اس لیے کہ دونوں باتوں کا امکان موجود ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت طائف میں بارش ہورہی ہو اور یہ بھی کہ مطلع صاف ہو، بارش نہ ہو۔

گویا پچاس فیصد بارش ہونے کا اور اتنا ہی نہ ہونے کا امکان ہے تو جس صورت میں مثبت اور منفی دونوں پہلو برابر ہوں اور کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے کوئی دلیل موجود نہ ہو تو یہ کیفیت "شک" کہلائے گی۔

دُوسری صُورت : اگر آپ جواب دینے سے پہلے مکہ کی مشرقی سمت
یعنی طائف کی جانب دیکھتے ہیں اور آپ کو دُور اُفق پر چند بادل نظر آتے ہیں جس
سے آپ کو طائف میں بارش ہونے کا خفیف سا گمان ہوتا ہے۔
کسی چیز کے موجود ہونے کا یہ خفیف سا گمان "ظن" کہلاتا ہے۔
اس صورت میں آپ جواب میں کہیں گے: "میرا خیال ہے طائف میں اس وقت
بارش ہو رہی ہے" گویا ساٹھ فیصد مثبت اور چالیس فیصد منفی کیفیت پیدا ہو گئی۔
اور اگر آپ دیکھتے ہیں کہ گھنے بادل اُمڈے ہوئے ہیں۔ ان کے حجم اور سیاہی میں مسلسل
اضافہ ہوتا جا رہا ہے، بجلی چمک رہی ہے جس کی بنا پر آپ طائف میں بارش ہونے کے
بارے میں زیادہ پُر وثوق ہو جاتے ہیں یعنی تقریباً ستر فیصد تو یہ "ظن غالب" کی کیفیت ہے
آپ ایسی صورت میں جواباً کہیں گے: "میرا گمان غالب یہ ہے کہ طائف میں بارش
ہو رہی ہے"۔
لیکن اگر آپ طائف جا کر خود اپنی آنکھوں سے بارش ہوتے دیکھ لیتے ہیں بلکہ
بارش کے قطرے اپنے چہرے پر بھی محسوس کر لیتے ہیں تو گویا آپ کو بارش ہونے کا یقین
حاصل ہو گیا۔ اسی یقین کی حالت یا کیفیت کو عام "علم" کا نام دیتے ہیں۔
لفظ "علم" کے ایک معنی اور بھی ہیں۔ ایک "علم" یہ تھا جس کا بیان ہُوا جو "جہل" کے بالمقابل
بولا جاتا ہے اور ایک علم وہ ہے جو فن اور فلسفہ کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے مثلاً
کیمسٹری، فزکس وغیرہ علم میں اور مصوری اور شاعری کو فن کہا جائے گا۔
اس انداز میں جب لفظ "علم" استعمال ہوتا ہے تو اس کا مقصد اشیا کی حقیقت
تک رسائی حاصل کرنا ہوتا ہے۔

گویا پہلے عقل کے ذریعے تجربہ اور مشاہدہ کیا جائے پھر موازنہ اور محاکمہ کے وسیلے سے اشیاء و موجودات کی حقیقت تک پہنچا جائے۔

اس کے برعکس فن کی منزل حُسن و جمال ہے۔ اس کا ذریعہ احساس و شعور اور وسیلۂ کامیابی ذوقِ سلیم ہے۔

ہمارے پیشِ نظر اس وقت اُس علم سے بحث کرنا ہے جو شک و ظن کے مقابلے میں بمعنی یقین استعمال ہوتا ہے۔ یہ علم دو قسم کا ہے[1] ا: "علم بدیہی" ۲: "علم نظری"

(۱) **علمِ بدیہی** : وہ علم جو مشاہدے اور حواس کے ذرائع سے بلا دلیل حاصل ہو۔

مثلاً آپ کے سامنے ایک پہاڑ ہے اس کے موجود ہونے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ وہ ہے، موجود ہے۔ جو بھی ذی عقل و شعور شخص اسے دیکھے گا اسے اس کے موجود ہونے کا علم حاصل ہو جائے گا۔

اس کا موجود ہونا ہی اس کے وجود کی دلیل ہے۔ یہ علم "علمِ ضروری" یا "علمِ بدیہی" کہلاتا ہے۔

(۲) **علمِ نظری** : وہ علم جس کے لیے ثبوت و دلیل کی ضرورت ہو مثلاً یہ کلیہ کہ "کسی قائمۃ الزاویہ مثلث میں وتر کا مربع باقی دونوں ضلعوں کے مربعوں کے مجموعے کے مساوی ہوتا ہے": ایک ایسی بات ہے جس کے ثبوت کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔

جس عالم یا طالبِ علم کو اس کے درست ہونے کا ثبوت مل جائے گا وہ اس حقیقت سے واقف ہو جائے گا اور تسلیم کرے گا لیکن ایک اَن پڑھ جاہل نہیں جان سکے گا۔ اور جب تک اسے دلیل دے کر سمجھایا نہ جائے تسلیم نہیں کرے گا خواہ وہ مثلث اس کے سامنے رکھ دیا جائے جس کے ہر ضلع پر مربع بنا ہُوا ہو۔

---

[1] اس جگہ علم سے مُراد مخصوص معنی میں علم ہے جیسے علم نحو یا علم کیمیا وغیرہ۔ ہمارے علما نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں لیکن اس کی واضح ترین تعریف جو عام فہم بھی ہے وہ تعریف ہے جو "سارٹن" نے کی ہے کہ "علم نام ہے حقیقی اور منظم معارف کے مجموعے کا"۔ لفظ معارف کے استعمال سے شعور و خیال کے محسوسات خارج ہو گئے اور حقیقی کی قید سے فرضی اور نظری مسائل خارج ہو گئے۔ (مصنف)

ایسا علم "علم نظری" کہلاتا ہے یعنی وہ علم جو عقلی دلیل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

ان نظری معلومات میں سے جو فکر و نظر اور دلیل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو بہت عام اور مشہور ہو جاتی ہیں اور انہیں ہر عالم و جاہل اور چھوٹا بڑا سب جانتے اور مانتے ہیں۔ ایسی باتیں بدیہیات کے قریب پہنچ جاتی ہیں۔

مثلاً یہ کلیہ کہ "کل جزء سے بڑا ہوتا ہے۔" یا "جس روٹی میں سے ٹکڑا توڑ لیا جائے وہ سالم روٹی سے چھوٹی ہوتی ہے۔"

یہ باتیں اصل میں تو علم نظری کے دائرے میں آتی ہیں اور ان کو ثابت کرنے کیلئے دلیل کی ضرورت ہوتی چاہئے لیکن آپ دیکھیں گے کہ کوئی شخص انہیں تسلیم کرنے کے لیے دلیل طلب نہیں کرتا اور نہ ان کی صداقت میں شک کرتا ہے۔

کسی بچے سے آپ مٹھی بھر گولیاں لے لیں اور اسے کم بھری مٹھی دینا چاہیں تو وہ ہرگز نہ لے گا بلکہ اگر اسے دلیل کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کی جائے کہ جو کچھ اسے دیا جا رہا ہے وہ اس سے زیادہ ہے جو لیا گیا تھا تب بھی تسلیم نہ کرے گا۔

اس لیے کہ جزء کا کل سے چھوٹا ہونا ایک کھلی حقیقت ہے۔

اسی طرح کسی چیز کا وہی ہونا جو وہ واقعتاً ہے (مقولۃ الھویۃ) ایک کھلی حقیقت ہے مثلاً آپ کے پاس قلم ہو اور کوئی شخص کہے کہ "ثابت کیجئے یہ قلم ہے چائے کا گھونٹ نہیں ہے۔"

ظاہر ہے اس کے لیے دلیل طلب کرنا یا دینا ایک بے کار بات ہوگی۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ قلم قلم ہی ہے کچھ اور نہیں۔

بدیہیات یعنی وہ واضح حقیقتیں جن کے لیے دلیل طلب نہیں کی جاتی اور قریب بہ بدیہیات جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

جب ایسی ہی کوئی حقیقت تحت الشعور میں داخل ہو کر راسخ ہو جائے اور ذہن شعور کو اتنا متاثر کر دے کہ عقل انسان کے فکر و عمل کو اسی سمت میں موڑ دے تو یہی حقیقت عقیدہ بن جاتی ہے اور اس پر اعتقاد رکھنا ایمان کہلاتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان تو صحیح اور غلط دونوں قسم کی باتوں کو اپنا عقیدہ بنا لیتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مذاہب باطلہ کے پیروکار اور غلط نظریات کو ماننے والے اپنے نظریات اور معتقدات پر پوری طرح ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کامیابی کے لیے اپنا جان و مال خرچ کرتے ہیں، کیا ہم انہیں مومن کہہ سکتے ہیں؟

جواب یہ ہے کہ انہیں محض مومن نہیں "مومن بالباطل" کہا جائے گا۔

جس طرح قرآن مجید کی اس آیت میں ان پر لفظ "مومن" کا اطلاق کیا گیا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ (النساء ۵۱)

"کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ دیا گیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں"

یا لفظِ "ایمان" کا استعمال ان کے لیے کوئی دوسری مناسب صفت لگا کر کیا جائے گا جیسے قرآن مجید کی اس آیت میں کیا گیا ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ (یوسف ۱۰۶)

"ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان لاتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں"

جب لفظ "ایمان" یا اس کے مشتقات کسی صفت کے بغیر استعمال کیے جائیں تو جو معنی اس سے مخصوص ہیں اور جو کتاب و سنت اور اہل علم کی اصطلاح میں اس سے مراد لیے جاتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

یہ یقین رکھنا ——— کہ

(۱) اللہ تعالیٰ ہی رب ہے جو یگانہ و یکتا ہے

(۲) وہی مالک و مختار ہے، ہر چیز پر اسی کا تصرف و اقتدار ہے

(۳) ایسا معبود ہے کہ ہر قسم کی عبادت خالصتاً صرف اسی کے لیے ہے اور عبادت کی کسی شکل و حیثیت میں کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں۔

(۴) تمام امورِ غیبیہ جن کا علم بذریعہ وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔ مثلاً ملائکہ، انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام، یوم آخرت اور تقدیر کا خیر و شر سب برحق ہیں۔

ان سب باتوں پر مکمل ایمان رکھنے والا ہی مومن کامل کہلائے گا۔

اگر کوئی شخص ان میں سے کوئی ایک بات کم کر دیتا ہے یا کسی عقیدہ کو تسلیم نہیں کرتا یا اسے کسی عقیدے کے ماننے میں تردد ہے یا ان میں سے کسی ایک بات میں شک کرتا ہے تو اس میں ایمان کی صفت نہیں ہے اور اس کا شمار مومنین میں نہ ہوگا۔

(۱) یقین جس طرح مشاہدے اور حواس کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح سچی خبر بھی یقین کا ذریعہ ہے۔

(۲) اگر بعض حقیقتوں کا ادراک ہم اپنے حواس کے ذریعے سے نہیں کر سکتے
تو ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم ان کے وجود سے ہی انکار کر دیں۔
(۳) نفسِ انسانی کے اندر ذاتِ باری تعالیٰ کے وجود پر انتہائی راسخ ایمان
فطری طور پر مرتکز اور جاگزیں ہے۔
(۴) اس مادی دُنیا کے پس پردہ ایک رُوحانی دُنیا ہے جسے ہم نہیں جان سکتے۔
اُخروی زندگی پر ایمان ذاتِ باری تعالیٰ کے موجود ہونے پر ایمان کا تقاضا ہے

SSSSSSSSSSSSSSSSSSSSSSSSSSS.

The Unicue Handbook of Islam

/ e. t - art FIII wwwww

قواعد العقايد

عقاید کے اُصول وقواعد

- rin4iPles of Con4ePtualiqation of zaithOF

(. x 3~thi3g percei4ed through se3ses is accepted as truth.

). 2ast O prese3t e4e3ts recei4ed through reliable source is as reliable as we would ha4e had if we had bee3 prese3t.

H. ` o3ť refuse e0iste3ce of thi3gs 3ot perceptible thorough se3ses.

1. [uma3 imagi3atio3 ca3ť e3compass thi3gs be~o3d se3ses.

U. &he huma3 mi3d, ca33ot go deep i3to metaph~sics, it goes off bala3ce whe3 it tries to domi3ate the u3limited or i3fi3ite.

M vaith i3 the e0iste3ce of] od is somethi3g which is i3bor3 i3 e4er~ i3di4idual. &his i3sti3ct ma~ be o4erru3 b~ ph~sical desires, passio3, ambitio3 a3d cra4i3g for material comfort

J. &he huma3 la3guage lacns a better e0pressio3, which i3clude the spiritual aspects of] od, [is attributes through 3ormal words.

A. &he huma3 self is alwa~s eager to rise to u3n3ow3 world, ma3 becomes co34i3ced, i3tuiti4el~, that this material life is 3ot the ultimate goal a3d that there is a3other world be~o3d this. &his sublecti4e O ps~chological perceptio3 a3d i3tellect are the proofs of the e0iste3ce of a3other world called [ereafter.

P. &he qord of this u3i4erse is fair, will 3ot allow for i3kustice. [e will 3ot let the oppressi4e perso3 go u3pu3ished, 3or will he de3~ kustice to a3~o3e who has suffered u3fairl~ i3 this world. vaith ⁋Belief? i3 a3other world ⁋[ereafter? is a 3atural co3se=ue3ce to the, belief i3 the e0iste3ce of] od.

Free e-Books, Articles - Islam Christianity, Judaism

By:y ri g(R() Af t ab haAmd(Kran(, Mh ¤(, gf ¤(¤g m(¤B¤((

Understanding zaithObyi ..li TantaNi(

(. I mpirical-vaith-pdf:
). Yeligio3 a3d Yeaso3i3g:
H. Welectio3 of Yight Dourse:

zaith of ..braham & Islam By ..ftab x hanO

(. voreword:
Ta r''i f - 'e A mbA
na r''i f - 'e A mlbl
sa r''i f - '2 . l* ml h
Ca r''to:m8 'll '4 b* - A 'GAmD
ua r'd ml * 'c bb5'bMto:m8 E6'

ai . mTdd: Gnb. . mTkm*
s F s mthhh. GGnSmMdGm*
f dh. & mP@PPm

J. Lslam-x 3 L3troductio3:
A. &he qast 2 rophet Rpbuh?.
P. Wg3ifica3ce of Q3owledge:
(7. Lslam O 2 hilosoph~:
((. Lslam-v u3dame3tals:
(). x ppe3dices of x ll 8 oons:
(H. C hat is Nhad5
(1. Nhad, ' ~th O Yealit~:
(U. Lslamic Di4iliTatio3-F ps O ` ow3s:
(M. va3aticism, vit3ah:
(J. I 3koi3i3g] ood, vorbid I 4il, [ow5
(A. Wectaria3ism, I 3em~ C ithi3:
(P. F sur~ ZYibaE 8 ible a3d 9 urza3
)7. C ome3 i3 Lslam:
)(. 2 ol~gam~:
)). &e3 2 ri3ciples for Wuccess:
)H. F 3dersta3di3g Lslam 8 ~ ' oududi:
)1. I 0pla3atio3 j ames of x llah
)U. Litehad 8 ~ whom5
)M. Lslam a3d Wecularism
)J. C aiti3g for ' ehdi 5

The : ast - roPhet >PbuhVO

(. 2 rophesiTed i3 8 ible:
). 2 rophet ' uhammad-pdf:
H. 2 rophet ' uhammad-html Rpbuh?.
1. 2 rophet of 2 eace-pdf:
U. &he 2 rophet of 2 eace-html:
M. &he x maTi3g ' odel-pdf:
J. &he x maTi3g Yole ' odel-html:
A. 8 iograph~ of 2 rophet Rpbuh?

Islam Judaism, Christianity

(. Lslam, Dhristia3it~ O Nudaism :
). Dommo3 Lssues-' uslims, NewsO Dhristia3s:
H. Lslam, Nudaism, Dhristia3it~-Dommo3 x spects:
1. Dompariso3-Nudaism, Lslam, Dhristia3it~

The / oble Dur'an(

(. &he ' essage of &he 9 urza3: 8 ~ ' .x sad
MA C hat is 9 urza35
H.] uide for Wtud~ of 9 urza3O8 ~ ' oududi
1. x maTi3g 9 urza3 Z8 ~ ' ullurE
U. C hat &he~ Wa~ x bout 9 urza3
M. We4e3 B ft-Yepeated Verses
J. &he 2 rophesies of 9 urza3:

peligious E. tremismOBy ..ftab x han

*Aym amm m5M- ADm1. m *. t heDm df r*ul . rdem o. **d*cm*
). L3=uisitio3-&orture i3 Dhristia3it~:
H. I 0tremism does 3ot 2 a~:
1. Nhadi &errorist B rga3iTatio3s:
U. &aliba3 are Qhwarkiri:
M. B bligatio3s of ' uslims:

InterfaithOBy ..ftab x han

(. x 2 ragmatic C a~ to v aith:
). Yeligio3 O Yeaso3i3g:
H. Ls &here] od5
1. ` o ' uslims O Dhristia3s 8 elie4e Wame] od
U. &he Wacred Wcriptures:
M. Nesus Dhristia3it~ O 8 ible:
J. Nesus i3 8 ible-Wummar~:
A. 2 rophet ' uhammad i3 8 ible:
P. [ow 8 ible of 8 ar3abas Wur4i4ed5
(7.] ospel of 8 ar3abas :
((. Nesus i3 Lslam a3d Dhristia3it~:
(). 2 redesti3atio3-&a=deer:
(H. Yeligio3 a3d &heor~ of I 4olutio3-html:
(1. &heor~ of I 4olutio3-pdf:
(U. L3flue3ce of Lslam o3 Dhristia3it~, C est:
(M. Ls Lslam Yeall~ x &hreat to C est5
(J. Lslamophobia O Yespo3se:
(A. 2 riesthood:
(P. Nerusalem, 8 ible, 9 urza3 O [istor~.pdf
)7. ' uslim-Dhristia3 ` ialogue
)(. Wo3 of C ho5
)). Lslam O ;Wa3nh~a@ L3dia3 2 hilosoph~
)H. &he] e3tile Dhrist .pdf:

JudaismOC hat ` o News 8 elie4e5

(. &he Dlash of vaiths:
). Lslam a3d Nudaism:
H. &he 2 romised qa3d O (H[th] &ribe:
1. Lshmael, Lsrael O 2 eace-x ` iolague:
U. " io3ism O Yacism-x v rie3dl~ ` ialogue:
M. &he B ther Wde of Lsrael:

Nerusalem 2 eaceful Wolutio3:) i3 (:

The Uniceu Handbook of Islam

"*i mHANE EBm8 'klEf ll E:Eo:m8* " ByOShaikh ..li ..lFTantaNi

&he boon is 3ot mea3t for scholars a3d kuristsKit is for those <u>' uslims who wa3t to properl~ u3dersta3d their faith</u>, or <u>3o3 '</u> uslims who wa3ts to u3dersta3d &he Lslam as preached a3d practiced b~ 2rophet ' uhammad Rpeace be upo3 him?i3 the light of 9urza3.
&he boons is 4er~ stro3gl~ recomme3ded <u>to be read b~ e4er~ ' uslim,</u> should also to be taught/read i3 all the educatio3 i3stitutio3s, establishme3ts a3d orga3iTatio3s to build the stro3g fou3datio3 of faith of Z4k7 t l ايمان E, to elimi3ate ig3ora3ce, illiterac~, po4ert~, sectaria3ism a3d 4iole3ce. &his will pa4e the wa~ for establishme3t of a3 appropriatel~ i3tegrated peaceful progressi4e Lslamic societ~, a role model for ethical a3d spiritual peace for the huma3it~.
8oon FYq: : https://docs.google.com/file4iew5id67879 f0Ady P&D4' &x H' TF TGk9 tj &L(B D77j) G7q&n7j T' tG) L) j Tv k' TdmGml 0Ohl6e3

vor comprehe3si4e u3dersta3di3g of Lslam, the complete boonO**"*i mHANE E Bm8 'klEf ll E:Eo:m8* " ByOShaikh ..li ..lFTantaNi,** tra3slated from xrabic to Frdu b~ W~ed Whabbir xhmad,i3 I 3glish b~ 2rof.Yaka v.' .' aked, should be studied. &his is a3 e0celle3t gift for the people ~ou care. &he boon ZI 3glish or Frdu &ra3slatio3, HM1 pages+Eca3 be procured throughK 9urza3 xsa3 &ehrin, U7 qower ' all, 3ear ' xB Dollege qahore at cost price, Ys.MUEwww.=ura3asa3.org, www.asa3=ura3.com.
I ' ail: =at– lcci.org.pn, i3fo– =ura3asa3.org, &el:71) -HJH) 1P71, HJ) 1)) MU-M

&he soft copies i3 the form of digital / e-boon ca3 be dow3 loaded form the followi3g 8logs/ web sites of ;vaith vorum 1 2eace@
http://faithforum.wordpress.com/e-boons/
http://e3dea4our-peace.page.tl/e_qibrar~.htm
http://peace-forum.blogspot.com
http://groups.google.com.pn/group/vaithvorum12eace.

Not for Sale

The Unique

HANDBOOK OF ISLAM

III

URDU

http://FaithForum.WordPress.com
http://Endeavour-Peace.Page.tl
http://Peace-Forum.Blogspot.com
E Mail: FaithForum@live.com
Endeavour.peace@gmail.com

Source: The world fame Arabic book:
"Tare-f-e-A'm-Be-Din-e-Islam"

By Sheik Ali Tantawi,

Translated by Syed Shabbir Ahmad

Most Comprehensive Yet Brief

Millions Benefited Worldover

شیخ علی طنطاوی

سید شبیر احمد

قرآن آسان تحریک (رجسٹرڈ) 50۔ لوئر مال نزد ایم۔ اے۔ او۔ کالج لاہور

ٹیلیفون: 042-37324904 . 042-37242265-6

E Mail:qat@lcci.org.pk & info@quranasan.com
Website: www.quranasan.org & www.asanqran.org

"The Hand Book of Islam" in English & Urdu, and many books on Islam, Christianity and Judaism are freely available @
http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://groups.google.com.pk/group/FaithForum4Peace
http://endeavour-peace.page.tl ,

The Unique Hand Book of Islam-III

قواعد العقائد

عقاید کے اُصول و قواعد

پہلا قاعدہ: جن اشیا کو ہم اپنے حواس کے ذریعے سے محسوس کرتے ہیں
ان کے موجود ہونے کے بارے میں ہمیں شک نہیں ہوتا۔

لے آپ کی اجازت سے میں ان قواعد کے سلسلے میں کچھ ایسی باتیں کہنا چاہتا ہوں جو ویسے تو اس کتاب کا موضوع نہیں لیکن اس سے ان احوال و واقعات پر روشنی پڑتی ہے جو ان قواعد کی دریافت اور ان کی ترتیب تدوین کا باعث بنے۔ میں دوسری جنگ عظیم سے پہلے بغداد میں ادب عربی کا استاد تھا۔ ایک دفعہ سال کے دوسرے تعلیمی سیشن میں میرے ذمہ یہ فرض سونپا گیا کہ میں ادب کے ساتھ ساتھ طلبا کو دینیات بھی پڑھاؤں۔ دینی نصاب چند قرآنی سورتوں اور ان کی تفسیر و تشریح پر مشتمل تھا۔ میں اس کیلئے تیار ہوگیا۔ لیکن جب دینیات کی کلاس میں گیا تو وہاں بے افراتفری مچی ہوئی تھی جبکہ میرا ادب کا پیریڈ پرسکون اور خاموش ہوا کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طلبا دینی تعلیم کو فضول مشغلہ اور وقت کا ضیاع خیال کرتے ہیں۔ میں نے محسوس کر لیا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کا ایمان پختہ نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ قرآن مجید سنبھال کر رکھ دو اور میری بات سنو! اسی وقت بے ساختہ مجھے ایمان کے بارے میں ایک نئے انداز کی تقریر القا ہوئی جس میں میں نے ان اصولوں میں سے چند اصول اسی وقت پیش کیے۔ اس کے بعد اس کا خلاصہ ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۳ء میں مجلہ "الرسالہ" میں شائع ہوا جو میری کتاب "فصول اسلامیہ" میں شامل ہے۔ پھر جب اتحاد شام و مصر کے دور میں شام کے مدارس کیلئے تدوین نصاب کا کام میرے سپرد ہوا، جو صرف میں نے تنہا مرتب کیا تھا اور جس طرح میں نے مرتب کیا تھا بعینہٖ رائج کر دیا گیا تھا، تو یہ قواعد میں نے اس نصاب میں شامل کر دیئے اور تفصیلات کیلئے اپنی تحریروں کا حوالہ دیدیا تاکہ وہاں سے لے لی جائیں لیکن بعض اساتذہ نے جنہوں نے عقائد پر نصابی کتب لکھی تھیں، ان قواعد کو اپنے نام سے اپنی مرتب کردہ کتابوں میں شامل کر لیا مگر وہ میرا مقصد نہ سمجھ سکے۔ ابتدا میں تو کچھ ٹھیک رہے لیکن آخر میں آکر سب کیا کرایا برباد کر دیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد جب مجھے فکر معاش سے فراغت میسر آئی اور میں اپیلیٹ کورٹ میں مشیر ہو کر ریاض چلا گیا۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ میں ٹریننگ کالج میں پڑھانا شروع کیا تو دوبارہ ان قواعد کی طرف توجہ دی اور ان میں اضافے کیے یہاں تک کہ یہ آٹھ قواعد مرتب ہو گئے جنہیں میں اب کتاب میں پیش کر رہا ہوں (مصنف)

یہ ایک ایسا واضح کلیہ ہے جسے ہر عقل تسلیم کرتی ہے اس کے باوجود ضروری نہیں کہ سب مشاہدات حقیقت کے مطابق ہوں۔ مثلاً دوپہر کو صحرا میں سفر کرتے وقت انسان اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے پانی کا جوہڑ دیکھتا ہے لیکن جب قریب پہنچتا ہے تو ریت کے سوا کچھ نہیں پاتا اس لیے کہ اس نے جو کچھ دیکھا سراب تھا۔

اسی طرح پانی کے بھرے ہوئے گلاس میں اگر پنسل سیدھی کھڑی کردی جائے تو دیکھنے والے کو وہ ٹوٹی ہوئی نظر آئے گی حالانکہ وہ سالم ہے۔

ایک شخص رت جگے کی محفل میں رات کو دیر تک جن بھوتوں کی کہانیاں سنتا ہے اگر یہ شخص وہمی مزاج اور بزدل ہو تو جب وہاں سے گھر جانے کے لیے کسی سنسان اور تاریک راستے سے گزرے گا تو اسے ضرور اپنے سامنے کوئی نہ کوئی جن یا بھوت نظر آئے گا جسے وہ بخوبی دیکھے گا اور محسوس کرے گا جبکہ درحقیقت وہاں کوئی جن بھوت نہ ہوگا۔

بعض مداری اور شعبدہ باز لوگ طرح طرح کے عجیب و غریب کرتب دکھاتے ہیں جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں حالانکہ فی الواقع ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان مواقع پر انسانی حواس غلطی کرتے ہیں یا دھوکہ کھا جاتے ہیں یا حواس اور صاحبِ حواس یعنی انسان اپنے مشاہدات کے بارے میں وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

لیکن کیا اس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہمیں اپنے محسوسات کے وجود کے متعلق شک میں مبتلا ہو جانا چاہیئے؟ اور نتیجۃً اپنے حواس پر اعتماد کرنا چھوڑ دیں؟ — ظاہر ہے ایسا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ جو کچھ ہم دیکھتے، سنتے یا محسوس کرتے ہیں اگر ان کے متعلق شک میں مبتلا ہو جائیں تو ہمارے لیے حقائق اور مفروضات باہم گڈمڈ ہو کر رہ جائیں اور ہم میں اور ایک دیوانے میں کچھ فرق نہ رہے۔

اس لیے یہاں ہمیں ایک اور شرط کا اضافہ کرنا پڑے گا۔

وہ یہ کہ جس چیز کو ہم محسوس کرتے ہیں اس کے موجود اور درست ہونے کا علم یقینی

یقین حاصل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ عقل اپنے سابق تجربہ کی بنیاد پر یہ فیصلہ نہ کرے کہ یہ مشاہدہ وہم ہے یا حواس کا دھوکہ اور مغالطہ ہے۔

عقل صرف ایک مرتبہ دھوکہ کھا سکتی ہے۔ یعنی وہ سراب کو پہلی مرتبہ دیکھ کر پانی خیال کر سکتی ہے لیکن اگر دوبارہ یہی کیفیت پیش آئے تو وہ فوراً جان لے گی کہ یہ سراب اور فریب نظر ہے۔

اسی طرح پانی کے گلاس میں پڑی ہوئی پنسل کے بارے میں جب معلوم ہو جائے گا کہ اگرچہ دیکھنے میں وہ شکستہ نظر آتی ہے لیکن درحقیقت سالم ہے تو دوبارہ عقل کو مغالطہ نہیں ہو گا وہ اسے ٹوٹا ہوا دیکھنے کے باوجود سالم سمجھے گی۔

دوسرے وہ امور جن میں حواس مغالطہ کھاتے ہیں وہ بہت تھوڑے گنے چنے اور سب کے جانے پہچانے ہیں اس لیے ان کی وجہ سے یہ قاعدہ کلیہ کہ:

"جو کچھ ہم حواس کے ذرائع سے محسوس کرتے ہیں اس کے فی الواقع موجود ہونے کے بارے میں شک نہیں ہوتا" نہیں ٹوٹتا اور اس کلیہ کے درست ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا

فرعون کے جادوگروں کا مظاہرہ یا آجکل سرکس میں شعبدہ باز یا بازی گر جو کچھ دکھاتے ہیں وہ سب اسی ضمن میں آجاتا ہے۔

دوسرا قاعدہ: اس دنیا میں کچھ ایسی چیزیں بھی موجود ہیں جنہیں نہ ہم نے دیکھا ہے اور نہ محسوس کیا ہے لیکن ان کے موجود ہونے کا ہم اسی طرح یقین رکھتے ہیں جس طرح ان چیزوں کے وجود کا جو ہم دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔

مثلاً ہمیں ہندوستان اور برازیل کے موجود ہونے کا یقین ہے حالانکہ ہم نہ وہاں گئے نہ ہم نے انہیں دیکھا۔

سکندر اعظم نے ایران فتح کیا تھا یا ولید بن عبدالملک نے جامع اموی تعمیر کرائی تھی دونوں ایسی باتیں ہیں جن کا ہمیں یقین ہے جبکہ نہ ہم سکندر کے ہمراہ ان جنگوں میں شریک ہوئے تھے اور نہ ہم نے جامع اموی تعمیر ہوتے دیکھی۔

دونوں ایسی باتیں ہیں جن کا ہمیں یقین ہے جبکہ نہ ہم سکندر کے ہمراہ ان جنگوں میں شریک ہوئے تھے اور نہ ہم نے جامع اموی تعمیر ہوتے دیکھی۔

دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ اگر بہ نظر غائر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جن باتوں کے وجود پر ہم یقین رکھتے ہیں ان میں ان دیکھی چیزوں کی تعداد اور مقدار دیکھی ہوئی چیزوں سے کہیں زیادہ ہے۔

مثلاً دُنیا کے بے شمار ملک اور شہر یا مختلف تاریخی حوادث و واقعات جو گزشتہ زمانے میں ہو چکے ہیں یا اس وقت ہو رہے ہیں آخر ان سب باتوں اور چیزوں پر کیسے یقین کر لیا جاتا ہے جبکہ ان کا ادراک ہم نے اپنے حواس کے ذریعے سے نہیں کیا؟

یقیناً ہم ان سب باتوں کا اس لیے یقین کر لیتے ہیں کہ انہیں بیان کرنے والے اتنے لوگ ہیں اور انہوں نے یہ باتیں اتنے کثیر لوگوں سے سُن کر بیان کی ہیں کہ عقل عادتاً اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتی کہ ان سب لوگوں نے یہ باتیں خود گھڑی ہیں یا یہ سب کے سب غلط بیانی پر متفق ہو گئے ہیں گویا:

دوسرا قاعدہ کلیہ یہ ہُوا کہ یقین جس طرح محسوس کرنے اور مشاہدہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح اس شخص کی اطلاع سے بھی حاصل ہوتا ہے جس کے سچا ہونے کا ہمیں یقین ہو۔

تیسرا قاعدہ: انسانی حواس کی رسائی کہاں تک ہے؟ کیا ہم اپنے حواس کے ذرائع سے ہر موجود چیز کا ادراک کر سکتے ہیں؟

اس کائنات کی موجودات کے ساتھ انسان کے نفس اور انسانی حواس کے رابطے کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔

کسی شخص کو ایک قلعہ کے برج میں قید کر کے ہر طرف کے دروازے کھڑکیاں اور روشن دان بند کر دیئے جائیں۔ صرف برج کی مختلف سمتوں میں ایک ایک درز باقی رہنے دی جائے مثلاً

ایک درز مشرق کی طرف ہو جس میں سے وہ صرف اس نہر کو دیکھ سکے جو اس طرف بہہ رہی ہے بعینہٖ ۔

مغربی جانب والی درز سے صرف اس طرف کا پہاڑ دیکھا جا سکتا ہو۔

شمالی درز میں سے اس طرف بنا ہُوا محل نظر آ سکتا ہو۔

اور جنوبی درز میں سے صرف وہ کھیل کا میدان دیکھا جا سکتا ہو جو اس جانب واقع ہے اس مثال کی تطبیق اس طرح ہو گی۔

نفس انسانی ایک قیدی ہے، یہ جسم قلعہ ہے جس میں اُسے قید کر دیا گیا ہے اور درزیں ہمارے حواس ہیں جن کے ذریعے سے ہم موجودات کو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔

دیکھنے کی حس سے صرف رنگوں کی دُنیا میں جھانکا جا سکتا ہے۔

سُننے کی حس سے صرف آوازوں کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح چکھنے، سُونگھنے اور چھونے کی حسوں کا اپنا اپنا مخصوص اور محدود دائرہ محسوسات ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:

نمبر ۱ : کیا ہم نے اپنے حواس سے اس وسیع و عریض کائنات کی تمام ان چیزوں کو محسوس کر لیا ہے جن کا ادراک ان حواس سے ہو سکتا ہے؟

قیدی جب نہر کی سمت والی درز میں سے نہر پر نظر ڈالتا ہے تو وہ پوری نہر نہیں دیکھ سکتا، اسے صرف اتنا حصہ ہی جو اس کے سامنے ہے نظر آئے گا۔

بعینہٖ انسانی نگاہ جب عالم الوان (رنگوں کی دُنیا) پر پڑتی ہے تو اس کی تمام جزئیات کا احاطہ نہیں کر سکتی صرف چند اجزا کو دیکھ سکتی ہے۔

تین میل کے فاصلہ پر ایک چیونٹی چل رہی ہے لیکن میں اسے نہیں دیکھ سکتا۔ صاف پانی سے بھرے ہُوئے گلاس میں لاکھوں جراثیم موجود ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتے۔

ذرہ (ایٹم) کے مرکزے کی فضا میں کہارب (الیکٹرون) اسی طرح گردش کر رہے ہیں

جس طرح فضائے آسمانی میں سیارے گردش کر رہے ہیں۔ لیکن کسی کو نظر نہیں آتے۔

پھر چیونٹی کی آواز بھی ہوتی ہے لیکن کوئی شخص اسے نہیں سُن سکتا۔ اس لیے کہ انسانی کان صرف پانچ ہزار سے بیس ہزار لہروں تک ارتعاشات (فریکوئنسی) کو محسوس کرتے ہیں۔

پانچ ہزار سے کم لہروں کی سرسراہٹ ناقابلِ سماعت ہے اور بیس ہزار لہروں سے زیادہ کا جھنکا کانوں کے پردے پھاڑ دیتا ہے۔

ہم شکر کی بُو محسوس نہیں کر سکتے جبکہ چیونٹی اور مکھی اسے دور ہی سے سُونگھ کر اس کی طرف لپکتی ہے

نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے حواس اپنے دائرۂ اثر میں آنے والی تمام چیزوں کو محسوس نہیں کر سکتے صرف چند ہی ان کی گرفت میں آتی ہیں۔

نمبر ۲ : پھر کیا یہ ممکن نہیں کہ اس وسیع وعریض کائنات میں محسوسات کے جو دائرے ہم نے فرض کر رکھے ہیں یہ جنہیں ہم جانتے ہیں ان کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔

مثلاً رنگوں کی دُنیا اور آوازوں کی دُنیا کے درمیان اگر کوئی اور دُنیا بھی موجود ہو تو اُسے ہم کس طرح محسوس کریں گے۔

ہمارے پاس وہ حِس ہی موجود نہیں جس کے ذریعے اس کا ادراک کیا جا سکے۔

کیا یہ ممکن نہیں کہ (مثال مذکورہ بالا میں) قیدی قلعہ کی درزوں میں سے جس نہر اور پہاڑ کو دیکھ رہا ہے۔ ان دونوں کے مابین کوئی عظیم الشان باغ بھی ہو جسے وہ نہ دیکھ سکتا ہو کیوں کہ اس جانب کوئی درز نہیں ہے۔

اس صورت میں کیا اُسے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس باغ کے وجود سے ہی انکار کر دے کیونکہ وہ اسے نہیں دیکھ سکتا؟

ایک پیدائشی نابینا سُن کر یہ تو جان سکتا ہے کہ سمندر نیلا ہوتا ہے یا کھیت سبز ہوتے ہیں لیکن وہ نیلے اور سبز رنگ کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا کہ وہ واقعتاً کیسے ہوتے ہیں۔

ایک بہرا کتاب میں پڑھ کر یہ تو معلوم کر سکتا ہے کہ نغمہ میں زیروبم، گھات اور سُر تال

ہوتے ہیں لیکن نغمہ کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا۔

تو کیا کسی نابینا شخص کو سبز رنگ کے وجود سے اور بہرے کو نغمہ کے وجود سے انکار کا حق اس بنا پر پہنچتا ہے کہ وہ محسوس نہیں کر سکتے؟

آپ کا یہ کمرہ جو آپ کو گہری خاموشی میں ڈوبا ہُوا محسوس ہو رہا ہے' اس کی فضا میں وہ تمام آوازیں اور نغمے موجود ہیں جو مختلف نشریاتی مراکز سے اس وقت نشر ہو رہے ہیں لیکن آپ محسوس نہیں کر سکتے۔

اس لیے کہ وہ نہ رنگ ہیں کہ آپ انہیں دیکھ لیں اور نہ ایسی آوازیں جنہیں آپ سُن لیں بلکہ وہ کچھ مختلف قسم کی لہریں اور ارتعاشات ہیں۔ ان میں آواز ضرور موجود ہے لیکن آپ کے کان اسے نہیں سُن سکتے۔

البتہ آپ اگر ریڈیو ریسیور لگا دیں تو یہ آوازیں آپ سُن لیں گے۔

فضا اور موسم کے خفیف تغیرات آپ محسوس نہیں کر سکتے اس لیے کہ آپ کے پاس اس کے ادراک کی حس ہی موجود نہیں' لیکن اگر آپ کے پاس بیرومیٹر ہو تو آپ انہیں محسوس کر لیں گے۔

فضا میں پیدا ہونے والے مدھم ارتعاشات کا ادراک آپ کو نہیں ہوتا لیکن راڈار اسے محسوس کر لیتا ہے۔

گویا اس کائنات میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو ہمارے حواس کی پہنچ سے باہر

نمبر ۳ ۔ پھر اپنے حواس کی جو تعداد ہم نے مقرر کر رکھی ہے کیا یہ مکمل ہے؟ کیا حواس محض اتنے ہی ہیں؟ کم یا زیادہ نہیں ہو سکتے؟ حالانکہ پہلے زمانے کے علما صرف پانچ حواس سے واقف تھے اور اس تعداد میں اضافے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن اس دَور میں یہ انکشاف ہُوا ہے کہ اللہ تعالٰی نے کچھ مزید حواس بھی انسان کو عطا فرمائے ہیں۔

گویا پہلے زمانے میں جو تعداد مقرر کی گئی تھی دُرست نہ تھی حواس کی تعداد زیادہ بھی ہو سکتی ہے اور جس چیز میں کمی بیشی کا امکان ہو وہ نامکمل ہوتی ہے۔

ہم آنکھیں بند کر کے چھُوئے یا دیکھے بغیر اپنی مُٹھی بند کرتے یا کھولتے ہیں اور ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ مُٹھی بند ہے یا کھُلی ہے۔ یہ کس حِس کے ذریعے معلوم ہوتا ہے؟

نئی دریافت کے مطابق اس حِس کا نام حِسِ عضلی یعنی پٹھوں کی حِس ہے (چھٹی حِس)

اسی طرح ہم تھکن کمزوری مثلاً فرحت اور تندرستی کو کس حِس کے ذریعہ محسوس کرتے ہیں؟ یہ محسوسات حواسِ خمسہ (جو پہلے عُلما نے مقرر کیے تھے) میں سے تو کسی حِس کے دائرہ کار میں نہیں آتے۔

ان کی دریافت کے لیے ایک اور حِس ہے جسے حِس داخلی کہا جا سکتا ہے (ساتویں حِس)۔

ہم چلتے ہیں تو ڈگمگائے بغیر سیدھے چلتے رہتے ہیں لیکن بچہ جب چلنا شروع کرتا ہے تو ڈگمگاتا اور لڑکھڑاتا ہے۔ اسی طرح سائیکل سوار یا سرکس کے بازی گر عجیب عجیب کرتب دکھاتے ہیں کس حِس کے ذریعے سے اپنا توازن قائم رکھتے ہیں۔

ظاہر ہے یہ حواسِ خمسہ کے علاوہ مزید ایک حِس ہے جسے حِسِ توازن کہا جاتا ہے (آٹھویں حِس)۔

مَیں نے کہیں پڑھا ہے کہ سائنسدانوں نے اس حِس کا مقام دریافت کر لیا ہے۔ کان کے اندرونی پردے میں قدرت نے ایک سیال مادہ رکھا ہے، یہ حِس جس سے

توازن قائم رہتا ہے اس سیال مادے میں ہوتی ہے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ تجربہ کے طور پر ایک خرگوش کے کان سے یہ مادہ خارج کیا گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ڈولتا ہوا چلتا تھا جیسے نشہ میں چل رہا ہو۔

تو تیسرا قاعدہ یہ ہوا کہ محض اس بنا پر کہ ہم اپنے موجودہ حواس کے ذریعے سے بعض چیزوں کا ادراک نہیں کرسکتے، ہمیں یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ ہم ان چیزوں کے وجود ہی کا انکار کردیں۔

چوتھا قاعدہ: ہم ثابت کرچکے ہیں کہ انسانی حواس کی رسائی محدود ہے۔
کیونکہ ہم یہ قدرت نہیں رکھتے کہ اپنی ان آنکھوں سے ہر نظر آسکنے والی چیز کو دیکھ لیں لیکن حواس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ملکہ (قوتِ راسخہ) بھی عطا فرمایا ہے، جس کے ذریعے سے ہم حواس کی نارسائی کا مداوا کرسکتے ہیں اور وہ ہے قوتِ خیال (متخیلہ)

مثلاً میں اس پر تو قادر نہیں کہ مکہ میں بیٹھ کر اپنے دمشق والے گھر کو دیکھ لوں لیکن اس کا تصور اس انداز سے کرسکتا ہوں کہ گویا اسے دیکھ رہا ہوں۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ قوتِ خیال حواس کی تکمیل کرتی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قوتِ خیال کی بھی کچھ حدود ہیں یا یہ مطلقاً آزاد اور لامحدود ہے؟

کیا کوئی شخص کسی ایسی چیز کو اپنے تصور میں متشکل کرسکتا ہے جو اس نے حواس کے ذریعے سے پہلے محسوس نہ کرلی ہو؟

علمائے نفسیات کے مطابق خیال کی دو قسمیں ہیں:

۱: خیالِ مرجع: لوٹ کر آنے والا خیال جیسے میرا مکہ میں بیٹھ کر اپنے دمشق والے گھر کا تصور کرنا۔

۲: خیالِ مبدع: اچھوتا خیال جیسے فن کاروں یعنی شاعروں، افسانہ نگاروں اور

http://faithforum.wordpress.com ; http://peace-forum.blogspot.com
http://endeavour-peace.page.tl

مصوروں کا تخیل۔

اب ذرا فن کاروں کے تخیلات پر غور کیجیے:

کیا یہ لوگ واقعی کوئی ایسی چیز لاتے ہیں جس کا وجود خارجی دُنیا میں نہیں ہوتا۔
مثلاً جس مصور نے وینس کا مجسمہ تخلیق کیا ہے، کیا واقعی اس نے کوئی ایسی شکل بنائی ہے جس سے ملتی جلتی کوئی صورت دُنیا میں موجود نہیں اور کیا وہ واقعی یکسر ایک نئی چیز ہے؟
یا اس نے صرف یہ کیا ہے کہ دُنیا میں حقیقتاً موجود چیزوں سے مختلف اجزا لے کر انہیں ایک نئی ترتیب سے باہم مربوط کر دیا ہے۔
مثلاً اس نے اپنے مشاہدے میں جو حسین ترین ناک، منہ اور جسم دیکھے تھے انہیں جوڑ کر اس شاہکار میں یکجا کر دیا اور بطور خود ایک اچھوتی اور نئی چیز بنا ڈالی۔
لیکن یہ نئی چیز بھی تو انہیں اجزاء سے مرکب ہے جو پرانے ہیں اور پہلے سے موجود ہیں۔
پیرس کے عجائب گھر میں "آشوز" کے "پروں والے بیل" کا جو مجسمہ ہے اس میں بھی فن کار نے صرف یہ کیا ہے کہ انسانی چہرہ بیل کے جسم پر سجا کر پرندے کے پروں کا مزید اضافہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ واقعی ایک نئی شکل بن گئی ہے۔
لیکن اس کے بھی تمام اجزا قدیم ہیں۔
"قزوینی" کے تخیل نے جو عجیب الخلقت جانور تخلیق کیا ہے یا شعرا استعارہ، تشبیہ یا کنایہ سے کام لیتے وقت جو حد سے بڑھا ہوا مبالغہ کرتے ہیں۔ ان تمام صورتوں میں جو کچھ تخلیق ہوتا ہے وہ صرف اتنا عمل ہے کہ واقعتاً خارج میں موجود مختلف اجزا کو نئی شکل و صورت میں پیش کر دیا جاتا ہے۔
بلکہ اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ اگر ہم خارج کی دنیا میں موجود حقیقی اجزا ہی کو باہم ملا جُلا کر کوئی انوکھی چیز بنانے کے سلسلہ میں حد سے زیادہ مبالغے سے

کام لیں جس کی بنا پر کوئی انتہائی عجیب و غریب مرکب وجود میں آ جائے تو خود ہمارا تصور اس مرکب کو مشخص کرنے اور پہچاننے سے انکار کر دے گا۔

مثلاً ہم ایک جزو رنگوں کی دُنیا سے اور ایک جزو آوازوں کی دُنیا سے لے کر ایک مرکب تیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں گویّے نے ایک نغمہ گایا جو عطرِ گلاب کی مانند خوشبو دار تھا یا فلاں عطر کی خوشبو کا رنگ سُرخ ہے۔

اب ذرا ان دونوں کیفیتوں کا اپنی قوتِ متخیلہ کی مدد سے تصور کیجیئے۔ آپ محسوس کریں گے کہ ان کا تصور کرنا ممکن نہیں۔ حالانکہ یہ سب ایسے اجزا ہیں جو واقعتاً دُنیا میں موجود ہیں۔

گویا ہم خوشبو دار نغمہ یا سُرخ خوشبو کا نقشہ اپنے تصوّر میں نہیں جما سکتے۔

اسی طرح ہم اجسام کے حجم کے سلسلے میں لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کے علاوہ کسی چوتھی جہت کا تصوّر[1] نہیں کر سکتے۔

ایسا دائرہ فرض نہیں کر سکتے جس کا محیط نہ ہو۔

ایسے مثلث کا تصوّر نہیں کر سکتے جس کے زاویے نہ ہوں۔

اب غور کیجیئے کہ اپنے تصور و تخیّل کی اس محدود رسائی اور نارسا وسعت کی صورت میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم آخرت یا عالمِ آخرت کی چیزوں کا تصور کر سکیں؛ جبکہ وہ جہان ہمارے اس جہان سے یکسر مختلف ہے؟

عالمِ آخرت کے مقابلہ میں ہماری اس دُنیا کی وہی حیثیت ہے جو ہماری اس وسیع و عریض دُنیا کے مقابلے میں ماں کے پیٹ میں پلنے والے بچّے کی دُنیا کی جو انتہائی مختصر اور محدود ہے۔

---

[1] یہ جہتیں جن کا ذکر کیا گیا ہے حقیقی جہتیں ہیں اور آئن سٹائن نے زمانے کو جو چوتھی جہت شمار کیا ہے وہ صرف ایک مفروضہ ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے (مصنف)

http://endeavour-peace.page.tl

اگر کسی طرح ہم پیٹ میں پلنے والے بچے سے رابطہ قائم کرکے دریافت کریں کہ کائنات کیا ہے اور وہ جواب دے سکے تو یقیناً کہے گا کہ یہ پردے جن میں میں لپٹا ہُوا ہوں اور یہ تاریکی جو مجھے گھیرے ہُوئے ہے یہی کُل کائنات ہے۔

اور اگر اسے بتایا جائے کہ ایک دُنیا اور بھی ہے جس میں دن رات، چاند سُورج، بحروبر، میدان اور پہاڑ ہیں، بے آب وگیاہ صحرا اور گھنے باغات ہیں تو وہ ان باتوں کے معنی ہی نہ سمجھ پائے گا اور اگر سمجھ لے گا تو ان کی حقیقت اور کیفیت کا تصوّر کرنے سے قاصر رہے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس دُنیا میں عالم آخرت کی اشیا کے صرف نام ہی ہیں۔ اس کا مفہوم یہی ہے کہ نہ تو وہاں کی شراب شرابِ دُنیا کی مانند ہے اور نہ جنت کی حُوریں اس دُنیا کی عورتوں سے مماثل ہیں، نہ جہنّم کی آگ دُنیا دی آگ سے مشابہہ ہے اور نہ جہنّم کے اُوپر بنے ہُوئے جس راستے (صراط) کا ذکر ہے وہ ہماری دُنیا کی نہروں اور جوہڑوں پر بنے ہُوئے پُل کی مانند ہے۔

تو چوتھا قاعدہ یہ ہُوا کہ انسانی تصور وتخیل ان چیزوں کے علاوہ جو انسانی حواس کے دائرۂ ادراک میں آتی ہیں کسی اور چیز کی گرد کو بھی نہیں پاسکتا۔

پانچواں قاعدہ: جب ہماری آنکھ پانی کے گلاس میں پڑی ہوئی سیدھی لکڑی کو ٹیڑھا دیکھتی ہے تو عقل اس سے دھوکہ نہیں کھاتی بلکہ وہ سمجھ لیتی ہے کہ لکڑی سیدھی ہی ہے۔

اسی طرح جب صحرا میں ریت پانی دکھائی دیتی ہے تو عقل جان لیتی ہے کہ وہ سراب ہے، پانی نہیں بلکہ ریت ہے۔

اسی طرح جب ہم سرکس میں شعبدہ باز کو اپنے مُنہ میں سے تنو رومال نکالتے یا آستین میں سے جیتی خرگوش برآمد کرتے دیکھتے ہیں عقل سمجھ لیتی ہے کہ یہ فریب نظر ہے۔

گویا عقل کا فیصلہ زیادہ درست اور حقیقت کے قریب ہوتا ہے، لیکن سوال یہ

ہے کہ کیا عقل ہر بات کے بارے میں فیصلہ دے سکتی ہے جبکہ اس کی رسائی کی کوئی انتہا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عقل کسی بھی چیز کا ادراک صرف اس وقت کر سکتی ہے جب وہ دائرۂ زمان و مکان کے اندر ہو۔ جو چیز اس دائرہ سے باہر ہے عقل اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

مثلاً تاریخ کا پروفیسر آپ سے کہتا ہے کہ عرب اور ایران کے درمیان ایک جنگ ہوئی تھی لیکن یہ جنگ نہ تو اسلام سے پہلے ہوئی نہ بعد میں بلکہ زمانے کے ادوار میں سے کسی دور میں نہیں ہوئی، لیکن ہوئی ضرور۔

تو آپ نہ تو اس کی بات کو سمجھ سکیں گے اور نہ کہنے والے کا یقین کریں گے اور نہ اس بات کو تسلیم کریں گے۔

یا جغرافیہ کا استاد آپ سے کہے کہ ایک ملک ہے جو نہ تو میدان میں ہے نہ کوہستان میں، نہ خشکی میں نہ تری میں، نہ زمین پر نہ آسمان پر، بلکہ جگہوں میں سے کسی جگہ نہیں ہے لیکن ہے ضرور۔

تو اس بات کو بھی نہ آپ سمجھ پائیں گے نہ کہنے والے کو سچا سمجھیں گے اور نہ اس کی بات مانیں گے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ عقل صرف ان چیزوں کے بارے میں فیصلہ کر سکتی ہے جو زمان و مکان کی حدود کے اندر ہیں اور جو باتیں یا چیزیں ان حدود سے باہر ہیں مثلاً روح کے مسائل، تقدیر کے معاملات، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور صفاتِ باری تعالیٰ وغیرہ تو عقل ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں دے سکتی۔

پھر ایک بڑی واضح بات یہ ہے کہ عقلِ انسانی محدود ہے اور کوئی محدود چیز غیر محدود کے بارے میں نہ تو کوئی فیصلہ دے سکتی ہے اور نہ اس کا احاطہ کر سکتی ہے۔

جنت میں مومنوں کا ہمیشہ رہنا ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ایک مومن کی عقل پورا ایمان رکھتی ہے اور یہ یقین اسے اس بنا پر ہے کہ اسے یہ خبر ایک سچے ذریعے سے ملی ہے۔

http://endeavour-peace.page.tl

لیکن قطع نظر اس سے، غور کیجیے کہ کیا آپ کی عقل ہمیشہ رہنے کا کوئی مفہوم سمجھتی ہے؟
ذرا اس بات کو سوچنے کی کوشش کیجیے!

آپ محسوس کریں گے کہ آپ جنت میں رہنے کا تصور ایک دو صدیاں چلیے سو صدیاں دس لاکھ صدی یا ایک ارب صدی کرلیں گے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ عقل تھک کر سوچنے سے عاجز آجائے گی اور سوال کرے گی، اس کے بعد۔۔۔۔؟

دراصل وہ یہ چاہے گی کہ اس کی کوئی انتہا طے پا جائے، اس لیے کہ لا انتہا کا تصور عقل نہیں کر سکتی اور اگر عقل کا لا انتہا تک پہنچنا فرض کیا جائے تو تناقض یعنی اجتماع ضدین لازم آئے گا یعنی یہ ماننا پڑے گا کہ عقل محدود بھی ہے اور لا محدود بھی۔ گویا ایک چیز میں دو متضاد صفتیں جمع ہوگئیں اور یہ بات خود عقل کے لحاظ سے باطل ہے۔

جرمن فلسفی "کانٹ" کی ایک مشہور کتاب ہے جس میں اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عقل صرف اس مادی عالم کے بارے میں فیصلے کر سکتی ہے بغیر مادی عالم اس کی رسائی سے باہر ہے، لیکن جو کچھ اس نے اب کہا ہے، ہمارے فلسفی اس سے بہت پہلے ان تمام مسائل کی چھان پھٹک کر چکے ہیں اور ان کو اس انداز میں ثابت کر چکے ہیں کہ یہ باتیں انتہائی واضح اور مسلّم الثبوت قرار پا چکی ہیں۔ فی زمانہ ان کے سلسلے میں جب بھی گفتگو ہوتی ہے رسمی انداز کی ہوتی ہے۔ اب اس میں کوئی ندرت یا عجیب بات باقی نہیں رہی۔

یہاں تک کہ "کانٹ" کے "متناقضات" جو بہت مشہور ہیں انہیں ہمارے علماء پہلے ہی طے کر چکے ہیں اور انہوں نے دو اور دو چار کے حسابی انداز میں یہ ثابت کر دیا کہ "دور" اور "تسلسل" باطل ہے۔

ان کی سب سے واضح اور عام فہم دلیل یہ ہے کہ آپ فرض کیجیے کہ شکل مندرجہ ذیل میں

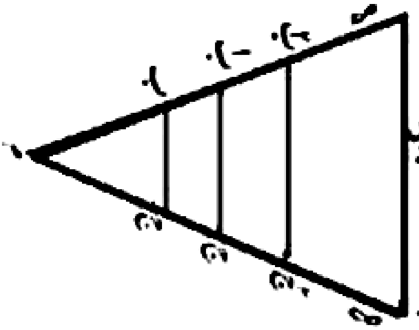

نقطہ "م" سے دو شعاعیں خارج ہو رہی ہیں۔ یعنی دو سیدھے خط ایک دوسرے سے فاصلے پر چلے جا رہے ہیں اور فرض کیجیے کہ ان دونوں کی لمبائی لانہایت تک جاتی ہے جس کے لیے آپ یہ نشان (∞) مقرر کرتے ہیں۔

اب ان دونوں خطوط کے درمیان آپ مساوی فاصلہ پر عرضاً خطوط بناتے چلے جاتے ہیں۔ ب ج۔ بَ جَ۔ بً جً۔ اسی طرح آپ ان (∞ ∞) نشانوں کے آخری خط تک پہنچ جاتے ہیں۔

اب یہ خط جو ان نشانوں کے درمیان ہے محدود ہے یا لامحدود؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ محدود ہے تو یہ کہنا غلط ہوگا۔ اس لیے کہ ہم نے فرض کیا تھا کہ اس کی کوئی انتہا نہیں۔

اور اگر آپ کہتے ہیں کہ لامحدود ہے تو بھی درست نہیں اس لیے کہ وہ دو نقطوں کے درمیان ہے۔ پھر غیر محدود کیسے ہوا تو گویا وہ محدود بھی ہے اور غیر محدود بھی اور یہ "تناقض" یا اجتماع ضدین ہے جو باطل ہے۔

گویا یہ بات ثابت ہو گئی کہ عقل جو خود محدود ہے جب غیر محدود اور لامتناہی کے بارے میں فیصلہ کرنے کی کوشش کرتی ہے تو اس کا حساب درست نہیں بیٹھتا۔ میزان میں گڑبڑ ہو جاتی ہے اور وہ تناقض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور تناقض محال ہے۔ ایسی صورت میں عقل کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ اس کا فیصلہ صرف مادی اور محدود کے بارے میں ہی درست ہو سکتا ہے۔ ماورائی مسائل اور امورِ غیبیہ (میٹا فزکس) پر فیصلہ دینے کا اختیار عقل کے پاس نہیں ہے۔

یہی وہ بات ہے جو کانٹ نے اپنی کتاب میں ثابت کی ہے، جسے ہمارے علما

بہت پہلے بیان کر چکے ہیں اور جو سید شریف رضی کی شرح المواقف" امام غزالی کے رسالہ" المقصد الاسنیٰ" اور علم الکلام کی دیگر کتب میں پوری شرح و بسط سے موجود ہے۔

چھٹا قاعدہ : تمام انسان مومن ہوں یا کافر، عبادت گزار ہوں یا فاسق و فاجر اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں اور مایوسی اس انتہا کو پہنچ جائے کہ اس مصیبت سے چھٹکارے کی کوئی تدبیر کارگر نہ رہے تو ایسی حالت میں مصیبت زدہ شخص اس دُنیا کی کسی مادی چیز کی پناہ تلاش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ کسی ایسی قوت کی پناہ چاہتا ہے جو اس کائنات سے ماوریٰ ہو جسے وہ دیکھ تو نہیں سکتا لیکن اس کی رُوح، اس کا دل، اس کے جسم کا ہر ریشہ اس کے موجود ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ اور اس کی عظمت و جلال کا احساس رکھتا ہے۔

یہی کیفیت امتحان کے دنوں میں اکثر طالب علموں پر اور درد و مرض کی شدت میں چارہ گروں کی بے بسی کے وقت مریضوں پر طاری ہوتی ہے۔

ایسے مواقع پر یہ سب اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسکی عبادت کرنے لگتے ہیں۔

کیا آپ نے کبھی اپنے آپ سے یہ دریافت کیا کہ اس کیفیت یا اس سے ملتی جلتی کیفیات کا سبب کیا ہے؟

آخر کیوں ہر شخص جو کسی لاعلاج مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع

ملے رسالہ المقصد الاسنیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ تیس سال تک میری لائبریری میں موجود رہا لیکن مجھے اسے پڑھنے کا خیال نہ آیا لیکن پھر جب میں نے پڑھا تو اسے امام غزالی کے کمالات کا عجیب و غریب مرقع پایا۔ امام نے اس کتاب میں اسم اور مسمیٰ اور ان کے باہمی رابطہ و تعلق کے بارے میں گفتگو کی ہے اور اسماء باری تعالیٰ اور مسلمانوں کے طرز و روش حیات کے مابین ایک بالکل نئے اور اچھوتے انداز میں رابطہ پیدا کیا ہے۔ امام غزالی کا یہ منفرد انداز ان کی ہر تصنیف میں خواہ وہ کسی موضوع پر ہو موجود ہے۔ اگرچہ ان کی عظیم کتاب "احیاء العلوم" میں تصوف کی ایسی بہت سی باتیں بیان ہوئی ہیں جو خلاف سنت ہیں اور بہت سی بے بنیاد حدیثیں بھی موجود ہیں۔ ان باتوں کا اثر پڑھنے والوں پر یہ پڑتا ہے کہ وہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لیں اور سخت کوشی اور جہاد کی روح سے متنفر ہو جائیں۔ حالانکہ انہوں نے یہ کتاب صلیبی جنگوں کے دور میں تصنیف کی ہے جب ہر مسلمان مرد و زن پر جہاد اسی طرح فرض تھا جس طرح آج تمام مقبوضہ علاقوں کے مسلمانوں پر کافروں کو وہاں سے نکالنے کے لیے جہاد فرض ہے۔ (مصنف)

کرتا ہے؟

ہم میں سے بہت سے ادھیڑ اور عمر رسیدہ لوگوں کو خوب یاد ہوگا کہ گزشتہ جنگ عظیم میں اور اس سے پہلی جنگ کے دنوں میں لوگ کس طرح دین کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالٰے کی پناہ ڈھونڈتے تھے۔ سردار اور قائدین خود بھی عبادت گاہوں میں جایا کرتے تھے اور اپنے سپاہیوں کو بھی نماز پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔

میں نے ماہنامہ "المختار" میں (جو ریڈرز ڈائجسٹ کا عربی ایڈیشن ہے) ایک مضمون پڑھا تھا جو ایام جنگ میں ایک پیرا ٹروپر نے لکھا (یہ ان دنوں کی بات ہے جبکہ ابھی پیراشوٹ اور اس کے ذریعے اُترنے کی ابتدا ہوئی تھی۔

وہ لکھتا ہے کہ میری پرورش ایک ایسے خاندان میں ہوئی جس میں اللہ کو یاد کرنے اور نماز پڑھنے والا ایک فرد بھی نہ تھا۔ تعلیم بھی ایسے مدارس میں حاصل کی جن میں نہ دینی تعلیم کا انتظام تھا، نہ مذہب سے لگاؤ رکھنے والا کوئی استاد۔ پوری زندگی مادی اور میکانکی انداز میں گزری جیسے کوئی حیوان زندگی بسر کرتا ہے۔ صرف کھانے پینے اور امتیاز حلال وحرام کے بغیر جنسی تسکین حاصل کرنے کا نام زندگی تھا۔

اس کے باوجود وہ جب پہلی دفعہ پیراشوٹ کے ذریعے کودا اور چھتری کھلنے سے پہلے خود کو فضا میں گرتے ہوئے پایا تو بے ساختہ اس کی زبان پر "یا اللہ" اور "یارب" کے الفاظ جاری تھے اور دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا۔

وہ حیران تھا کہ اس میں یہ ایمان کہاں سے آگیا۔

شالین کی بیٹی نے حال ہی میں اپنی یادداشتیں شائع کی ہیں جن میں اس نے بتایا ہے کہ کس طرح وہ مذہب کی طرف رجوع ہوئی جبکہ وہ ایسے ماحول میں پلی تھی جو پوری طرح الحاد اور بے دینی میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ خود اپنے اس انقلاب پر حیران ہے۔

حالانکہ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔

باری تعالیٰ کے وجود پر ایمان ایک ایسی کیفیت ہے جو ایک فطری جبلت کی طرح نفسِ انسانی میں موجود ہے جس طرح جنسی جبلت فطری ہے۔
گویا انسان کی ایک تعریف "حیوانِ دین دار" بھی ہے۔
لیکن انسان کی اس فطرت کو کبھی کبھی دوسرے جذبے مثلاً شہوت' لالچ' مرغوب چیزوں کی طرف میلان اور مادی زندگی کے حیوانی تقاضے اپنے پردے میں چھپا لیتے ہیں۔
لیکن پھر جب کوئی مصیبت' خطرہ یا کوئی ہولناک حادثہ تحریک پیدا کرتا ہے تو یہ پردہ اٹھ جاتا ہے اور یہ جبلت پوری طرح ابھر کر غالب آجاتی ہے۔
یہی وجہ ہے جو شخص ایمان و یقین کی کیفیت سے خالی ہو اُسے کافر کہا جاتا ہے۔
عربی زبان میں کافر چھپانے والے کو کہتے ہیں۔
عجیب بات ہے کہ مجھے اپنے اس استدلال کی تائید دو مختلف شخصیتوں کے دو ایسے مقولوں میں ملی ہے جو زمان و مکان اور موقع اور مقصد کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بہت دور ہیں لیکن معنی اور مفہوم کے لحاظ سے بہت قریب۔
ان میں سے ایک حضرت رابعہ عدویہؒ (بصری) کا قول ہے جو مشہور مسلمان عابدہ زاہدہ خاتون تھیں اور دوسرا ایک مشہور فرانسیسی ملحد "اناتول فرانس" کا مقولہ ہے۔
اناتول اپنے کفر و الحاد کے باوجود ایک جگہ لکھتا ہے کہ جب کسی شخص کو اپنے تجزیے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسے ذیابیطس ہے تو وہ صاحبِ ایمان ہو جاتا ہے۔ (یہ اُس زمانے کی بات ہے جب انسولین دریافت نہیں ہوئی تھی)
اور حضرت رابعہ بصریؒ سے کسی نے بیان کیا کہ فلاں عالم نے وجود باری تعالےٰ ثابت کرنے کے لیے ایک ہزار دلیلیں دی ہیں۔
آپ نے ہنس کر فرمایا صرف ایک دلیل کافی ہے۔ دریافت کیا وہ کیا؟ آپ نے فرمایا اگر تم صحرا میں چلے جا رہے ہو اور پاؤں پھسلنے کی وجہ سے کنوئیں میں گر جاؤ اور باہر

نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو تم کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ اپنے اللہ کو پکاروں گا۔
آپ نے فرمایا بس یہی وہ دلیل ہے۔

ہر انسان کے دل کے اندر کسی اَن دیکھے معبود پر ایمان و یقین کا موجود ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ہم مسلمان تو اس لیے واقف ہیں کہ ہمیں خود اللہ تعالیٰ نے بتادیا ہے کہ ایمان وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے لیکن فرنگیوں کو حقیقت حال ابھی میں معلوم ہوئی ہے۔

یہ فلسفۂ اجتماع کے مشہور فرانسیسی ماہر پروفیسر ڈورکائیم نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ کے وجود پر ایمان ایک انتہائی واضح حقیقت ہے۔ اور یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی شخص اس دُنیا میں زندہ رہے اور اس کائنات کے لیے کسی معبود کے موجود ہونے کے بارے میں غور و فکر کیے بغیر مر جائے: یہ علیحدہ بات ہے کہ نارسائیِ عقل کی وجہ سے وہ معبودِ برحق کو دریافت نہ کر سکے اور غیر اللہ کی پرستش کرتا رہے۔ لیکن جس کی بھی پرستش کرے گا اسی گمان کے ماتحت کرے گا کہ یہی حقیقی معبود ہے یا اس مغالطے میں کرے گا کہ یہ پرستش الٰہ برحق سے قرب کا ذریعہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خطرے کے وقت جب انسانی کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں اور بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو انسان بُتوں کو چھوڑ کر اللہ (الٰہِ حقیقی) کی طرف رجوع کرتا ہے مُشرکینِ قریش ہبل، "لات" اور "عزیٰ" کی پرستش کرتے تھے۔ یہ سب پتھر کے بُت تھے ان میں ہُبل عقیق کا تھا جسے عمرو بن لحی الحمۃ[1] سے لے گیا تھا۔ لوگوں نے اسے بتایا تھا کہ یہ بہت بڑا خدا اور بڑی قدرت کا مالک ہے، چنانچہ عمرو اسے اونٹ پر لاد کر لے چلا۔ اثنائے راہ میں یہ بُت اُونٹ سے گر گیا اور اس کا ایک بازو ٹوٹ

---

[1] علاقہ شام میں ایک مقام کا نام ہے جہاں معدنی چشمے ہیں یہ جگہ اب اسرائیل کے قبضہ میں ہے (مترجم)

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://endeavour-peace.page.tl

گیا تو اس کی جگہ سونے کا بازو لگا دیا گیا۔

ملاحظہ کیجیے! خدا جس کا بازو ٹوٹ گیا یہ لوگ اس کی عبادت کرتے رہے لیکن

اس کی عبادت صرف امن کے زمانے میں ہوتی تھی۔ جب سمندری سفر کے دوران طوفان آجاتا اور ڈوبنے لگتے اس وقت انہیں "ہُبل" یاد نہیں آتا تھا بلکہ اس وقت "یا اللہ" کہتے تھے۔

ابتداءِ آفرینش سے آج تک یہ بات مشاہدہ میں آتی رہی ہے کہ جب جہاز ڈوبنے لگتا ہے یا آگ قابو سے باہر ہو جاتی ہے یا کوئی شدید خطرہ درپیش ہوتا ہے یا مرض حد سے بڑھ جاتا ہے تو ملحد اور منکر لوگ بھی مذہب کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں۔

آخر ایسا کیوں ہے؟ یہ اس لیے ہے کہ ایمان انسان کی ایک فطری جبلت ہے۔ انسان پر سب سے زیادہ صادق آنے والی تعریف یہ ہے کہ وہ حیوان متدین (دیندار حیوان) ہے ذرا ان مادہ پرست ملحدین کی وقتِ نزع حالت کے بارے میں غور کیجیے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ مارکس اور لینن کو جب اپنی موت کا یقین ہو گیا ہوگا تو کیا انہوں نے "وسائل پیداوار" (جس پر یہ لوگ زندگی بھر بحثیں کرتے رہے) کو پکارا ہوگا۔ یا "اللہ" کو؟ آپ یقین کیجیے! یہ لوگ اس وقت تک نہیں مرے ہوں گے، جب تک انہوں نے اللہ کو یاد نہیں کر لیا ہوگا، لیکن اس وقت کا یاد کرنا بیکار ہے۔

فرعون نے ساری زندگی کبر و جبر میں گزاری اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النازعات ۲۴) "میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں" کا دعویٰ کیا، لیکن جب ڈوبنے لگا تو پکارا اٹھا: اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۝ (یونس ۹۰) "میں نے مان لیا کہ خداوندِ حقیقی اس کے سوا کوئی نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی سر اطاعت جھکا دینے والوں میں ہوں"

عشق و محبت کا جذبہ جسے صرف وہ محبت کرنے والے دل ہی محسوس کر سکتے ہیں

اس میں بھی اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ ایمان نفس انسانی کی فطرت ہے۔

محبت ایمان کی ایک چھوٹی سی مثال اور عبادت کی ایک قسم ہے۔ فرانسیسیوں نے جب ان پر لادینیت کا غلبہ تھا محبت کے لیے عبادت کا لفظ استعمال کیا، ہم میں سے بعض مغرب زدہ اذہان نے بھی ان کی تقلید شروع کر دی تھی اور اپنے افسانوں اور ناولوں میں لکھنا شروع کر دیا تھا "وہ اس سے محبت کرتا تھا گویا اس کی عبادت کرتا تھا"

یا "میں نے اس سے اتنی محبت کی کہ اُسے پُوجنے لگا"

ان لوگوں نے یہ اس لیے لکھا کہ در اصل عبادت ہی کسی معبود پر ایمان لانے کا فطری اظہار ہے، کیونکہ محبت ایمان سے مشابہت رکھتی ہے۔

عاشق اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے اور اپنا جذبۂ شوق بہ تمام و کمال اس کیلئے صرف کر دیتا ہے۔ یہی انداز ایک مومن کا اللہ تعالےٰ کے معاملہ میں ہے۔

عاشق اپنے محبوب سے خائف رہتا ہے اور اس کے ناراض ہونے سے ڈرتا ہے اور محبوب کی طرف سے جیسا بھی برتاؤ ہو اس پر راضی رہتا ہے۔ یہی کیفیت مومن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، چنانچہ جذبۂ عشق اس بات کا ثبوت ہے کہ ایمان انسان کی فطری جبلت ہے۔

تنگنائے الفاظ

اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی محبت معشوق سے محبت کی ہی ایک قسم ہے۔

نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے:

عاشق اگر معشوق کی اطاعت کرتا ہے، اس سے ڈرتا ہے، اس کی ہر بات پر خوش ہوتا ہے یا اس کی پسند اور رضا کو سب لوگوں کی خوشنودی پر ترجیح دیتا ہے تو وہ یہ سب کچھ لطف و لذت کے حصول کے لیے کرتا ہے۔ گویا اس کے پردے میں اپنی ذات

سے محبت کرتا ہے۔

اگر کہیں لیلیٰ کو جذام لاحق ہو جاتا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ بد نما ہو جاتا اور آنکھیں اور ناک گل سڑ جاتیں تو قیس عامری (مجنوں) اس کے قریب بھی نہ جاتا، اس کا عشق بھول جاتا بلکہ اس سے بھاگ کر دُور چلا جاتا۔

خالق سے محبت اور مخلوق سے محبت کے مابین یہی فرق ہے۔ یہ دونوں محبتیں ایک دوسرے سے یکسر مختلف نوعیت کی ہیں۔

لیکن انسانی الفاظ اپنی تنگ دامانی کی وجہ سے معانی کی رُوح کو اپنے اندر سمونے سے قاصر رہتے ہیں اس لیے ایک ہی لفظ کو مجبوراً متعدد معانی کیلئے استعمال کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں فلاں شخص کوہستانی مناظر سے محبت کرتا ہے، فلاں شخص علم تاریخ سے محبت کرتا ہے، فلاں شخص چاول گوشت کے ساتھ کھانا محبوب رکھتا ہے، باپ اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے، مجنوں لیلےٰ سے محبت کرتا ہے اور مومن اللہ سے محبت کرتا ہے۔

ان تمام فقروں میں لفظ "محبت" ایک دوسرے سے یکسر مختلف معانی میں استعمال ہُوا ہے۔

اسی طرح لفظِ "جمال" ہے جو ہزاروں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

اسی طرح ہم کبھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے اور کبھی بولتے ہیں کہ فلاں شخص سمیع و بصیر ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اندھا بہرہ نہیں۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کا سمیع و بصیر ہونا کسی بندے کے سمیع و بصیر ہونے سے مشابہ نہیں ہو سکتا۔

ذاتِ باری تعالیٰ خود مخلوقات میں سے کسی سے مشابہ نہیں ہے اور مخلوق میں کوئی چیز اس سے مشابہ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں صفات باری تعالیٰ کے متعلق جتنی آیات ہیں وہ سب اسی ذیل میں آتی ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ (الشوریٰ: ۱۱)

"اسے کسی چیز سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔"

ساتواں قاعدہ

انسان اپنے باطنی شعور کے ذریعے سے یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ مادی دُنیا ہی سب کچھ نہیں۔ اس سے ماوریٰ بھی ایک رُوحانی دُنیا موجود ہے جس کی کیفیت ہم نہیں جانتے۔ البتہ اس کی چند جھلکیاں کبھی کبھی دیکھ لیتے ہیں جو اس کے موجود ہونے کی دلیل ہے۔

مثلاً انسان دیکھتا ہے کہ مادی لذتیں ایک حد پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں یعنی جب مادی لذت اپنی انتہا کو پہنچتی ہے تو لذت نہیں رہتی عادت بن جاتی ہے۔ اس کا کیف زائل ہو جاتا ہے اور جادو ٹوٹ جاتا ہے پھر وہ ایک عام اور معمول کی چیز بن کر رہ جاتی ہے۔

ایک مفلس شخص کسی دولت مند کی کار سرِ راہ گزرتے دیکھتا ہے یا کسی عالیشان کوٹھی کے قریب سے گزرتا ہے تو دل میں خیال کرتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں اگر اسے مل جائیں تو عیش ہو جائے۔ پھر جب یہ چیزیں اسے مل جاتی ہیں تو اسے ان کی اہمیت کا زیادہ احساس نہیں رہتا۔

عاشق رات بھر جاگ کر وصل محبوب کے خواب دیکھتا ہے اس کے نزدیک دُنیا کی سب سے بڑی دولت محبوب کا پیار ہے۔ اس کی آرزوؤں کا تمام تر ماحصل قرب حبیب ہوتا ہے لیکن جب وہ اسی محبوب سے شادی کر لیتا ہے اور رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے دو سال گزر جاتے ہیں تو ساری آرزوئیں دم توڑنے لگتی ہیں اور جن مسرتوں اور راحتوں کا تصور کیا کرتا تھا سب فنا ہو جاتی ہیں۔ اب اس کے پاس ان یادوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔

کوئی شخص بیماری میں درد اور تکلیف سے بے چین ہوتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ اگر اس دَرد سے نجات مل جائے اور وہ تندرست ہو جائے تو دُنیا کی ہر راحت میسر آجائے لیکن جب تندرست ہو جاتا ہے اور بیماری کے دنوں میں جو کچھ بیتا تھا وہ بھول جاتا ہے تو اسے صحت میں وہ لطف و لذت جس کا تصور کیا کرتا تھا محسوس نہیں ہوتی۔

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://endeavour-peace.page.tl

نوجوان شہرت کی آرزو کرتا ہے اور جب پہلی بار کسی نشریاتی مرکز سے اس کا نام نشر ہوتا ہے یا اخبار میں اس کی تصویر آتی ہے تو انتہائی خوشی محسوس کرتا ہے۔
لیکن جب یہی شخص شہرت کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے، اس کا نام سب کیلئے گوش آشنا اور شخصیت جانی پہچانی بن جاتی ہے تو شہرت اس کے لیے ایک رسمی اور معمول کی چیز بن کر رہ جاتی ہے۔ لطف ولذت مفقود ہو جاتے ہیں۔
انسان جب کسی سنسان اور خاموش رات میں کسی دِل فگار مغنی کا کوئی خواب آگیں نغمہ سُنتا ہے جس کے اثر سے دل پہلو میں پھڑک اُٹھتا ہے اور سُننے والا کسی رُوحانی دُنیا میں پرواز کرنے لگتا ہے ــ یا جب کسی باکمال مصنف کا شاہکار ناول پڑھتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ وہ مصنف کے ساتھ کسی جادُو نگری میں پھر رہا ہے جہاں شعر و نغمہ کی مہک ہے اور سحر کے رنگ بکھرے ہُوئے ہیں اور جب ناول ختم ہوجاتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ وہ کسی سحرانگیز اور پُرلطف خواب سے بیدار ہُوا ہے۔
لیکن اگر وہ مزید لُطف وکیف کے حصُول کی غرض سے اسی ناول کو پھر پڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
بعینہٖ کبھی کبھی غور و فکر کے عالم میں جب دِل مادی آلائشوں سے پاک ہوکر سبکسار ہوجاتا ہے اور صفائے قلب اور لطائفِ رُوح کے پَروں سے پرواز کرتا ہُوا ایسی دُنیا میں پہنچ جاتا ہے کہ پُوری کائنات اس کے لیے لائقِ التفات نہیں رہتی تو اس وقت جلوہ ہائے حُسنِ ازل کی جھلکیاں اس کے قلب و نظر کو خیرہ کرتی ہیں اور وہ ایک ایسے رُوحانی کیف وسُرور سے آشنا ہوتا ہے جس کے مقابلے میں وہ لذت ومسرت بے معنی اور بے حیثیت ہے جو کسی بھوکے کو کھانا ملنے پر یا عاشقِ مہجور کو وصالِ محبوب سے یا مفلس درماندہ کو مال وجاہ کے حصُول سے ہوتی ہے۔
اور چونکہ نفسِ انسانی اس ماورائی روحانی عالم اور اَن دیکھے جہاں کا سدا مشتاق

رہتا ہے' مگر اس میں اسے کچھ نہیں ملتا سوائے اُن چند جھلکیوں کے جو نظر آنے سے
پہلے اوجھل ہو جاتی ہیں یا خوشبو کے چند جھونکوں کے جو آنے سے پہلے ساکن ہو جاتے
ہیں۔ لہٰذا نفسِ انسانی یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ مادی لذتیں محدود اور فنا پذیر ہیں اور
رُوحانی کیف و سرُور اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ اعلیٰ و ارفع اور تاثر کے اعتبار سے
دیرپا ہے۔

اسی وجہ سے نفسِ انسانی عقل و دلیل سے نہیں اپنے شعورِ باطنی کی ذہانت سے
اس بات پر پورا یقین رکھتا ہے کہ یہ مادی دُنیا ہی سب کچھ نہیں ہے' بلکہ وہ نامعلوم جہان
جو اس مادی عالم کے پس پردہ پوشیدہ ہے' ایک ایسی لازوال حقیقت ہے جس کی
طرف رُوح لپکتی ہے اور چاہتی ہے کہ اُڑ کر وہاں پہنچ جائے۔
لیکن یہ جسمِ کثیف درمیان میں حائل ہے اور اس کے وہاں تک پہنچنے اور نفوذ
کرنے میں مانع ہے۔
اور یہی داخلی اور نفسیاتی احساس و شعور ایک اُخروی عالم کے موجود ہونے کا ثبوت ہے۔

آٹھواں قاعدہ

اُخروی زندگی پر ایمان ذاتِ باری تعالیٰ پر ایمان لانے کا منطقی نتیجہ ہے۔
اس لیے کہ اس دُنیا کے حالات و کوائف پر غور و فکر کرنے والا شخص دیکھتا ہے
یہاں ایک شخص ساری زندگی ظلم و ستم کرتا رہتا ہے اور اسی حالت میں مرجاتا ہے اور دوسرا
پوری زندگی ظلم سہتے سہتے گزار کر موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔
اور اللہ تعالیٰ جو کہ عادلِ مطلق ہے ظلم گوارا نہیں کر سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ظالم کو
سزا نہ ملے اور مظلوم کی دادرسی نہ ہو۔
بنابریں عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ایک اور زندگی ہو جس میں مظلوم کے ساتھ انصاف

http://endeavour-peace.page.tl

کیا جائے اور ظالم اپنے کیفرِ کردار کو پہنچے۔ نیکی کرنے والے کو جزا ملے اور بدکردار کو سزا۔
دراصل زندگی کی کہانی اس دُنیا کے ختم ہو جانے کے ساتھ اختتام پذیر نہیں ہوتی۔

بالکل اسی طرح جیسے ٹیلی ویژن پر فلم چل رہی ہو اور اچانک سلسلہ منقطع کر کے یہ کہہ دیا جائے کہ فلم ختم ہو گئی تو دیکھنے والوں میں سے کوئی شخص اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا کہ کہانی کے انجام پذیر ہونے سے پہلے فلم کیونکر ختم ہو گئی۔ سب چیخ اٹھیں گے کہ ہیرو کا کیا بنا اور کہانی کا انجام کیا ہُوا!

اس لیے کہ ایک مصنف سے سب یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ داستان کو اختتام تک پہنچائے اور کہانی کے کرداروں کا حساب بے باق کرے۔

یہ سب کچھ اس صورت میں متوقع ہوتا ہے جبکہ مصنف ایک انسان ہو۔

تو کیا کوئی ذی عقل انسان یہ باور کر سکتا ہے کہ زندگی کی داستان جس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے موت کے ساتھ ہی ختم ہو جائے جبکہ ابھی کہانی مکمل نہیں ہُوئی اور کسی کا حساب نہیں چکایا گیا؟

یہی وہ نکتہ ہے جس کی بنا پر عقل یہ یقین رکھتی ہے کہ اس کائنات کا کوئی رب ضرور ہے اور اس دُنیا کے بعد ایک اور جہاں موجود ہے۔ اِک عالمِ نامعلوم جس کے کیف و نُور کی ہلکی سی جھلک رُوحِ انسانی خواب آگیں نغموں یا کسی شاہکار ناول میں دیکھتی ہے یا جس کی مدھم خوشبو کا ایک آدھ جھونکا تجلّیٔ رُوحانی کے وقت محسوس کرتی ہے یا افلاطون کا اختراع کردہ عالمِ مثال[1] (آئیڈیلزم) نہیں ہے۔

بلکہ یہ عالمِ آخرت ہے جو ایک حقیقت ہے اور جسے اُسی خالق نے پیدا فرمایا ہے جو افلاطون کا خالق ہے۔

---

[1] عالمِ مثال (آئیڈیل ازم) افلاطون کا مشہور نظریہ ہے۔ دراصل اسی نظریہ کی بنا پر "شئی مثالی" یا "مثالی چیز" کا استعمال زبان زدِ خاص و عام ہُوا ہے (مصنف)

جب انسانی عقل نے دیکھا کہ دنیوی لذتوں میں سب سے بڑی لذت وصل
محبوب ہے مگر اس کا کیف بھی چند لمحات سے زیادہ باقی نہیں رہتا تو اس نے محسوس
کر لیا کہ یہ دراصل اُخروی لذت کا چھوٹا سا نمونہ ہے۔

جیسے آپ کھانے میں سے ایک لقمہ چکھنے کے لیے اُٹھاتے ہیں کہ اچھا لگا تو سب
لے لیں گے اور پیٹ بھر کر کھائیں گے یا ڈھیر میں سے نمونے کا دانہ ہے جو دیکھنے کیلئے
اُٹھایا جاتا ہے کہ اگر پسند آگیا تو سب خرید لیں گے۔

یہ پل بھر کی لذت عالم آخرت کی ابدی لذتوں کی (جن کے قائم رہنے کی کوئی حد
نہیں اور جو سدا لذت ہی رہیں گی اور کبھی عادت نہ بنیں گی) ایک چھوٹی سی مثال ہے۔

These principles can be summarized as follows:-

1. Anything perceived through senses is accepted as truth.
2. Past & present events received through reliable source is as reliable as we would have had if we had been present.
3. Don’t refuse existence of things not perceptible thorough senses.
4. Human imagination can’t encompass things beyond senses.
5. The human mind, cannot go deep into metaphysics, it goes off balance when it tries to dominate the unlimited or infinite.
6. Faith in the existence of God is something which is inborn in every individual. This instinct may be overrun by physical desires, passion, ambition and craving for material comfort
7. The human language lacks a better expression, which include the spiritual aspects of God, His attributes through normal words.
8. The human self is always eager to rise to unknown world, man becomes convinced, intuitively, that this material life is not the ultimate goal and that there is another world beyond this. This subjective & psychological perception and intellect are the proofs of the existence of another world called Hereafter.
9. The Lord of this universe is fair, will not allow for injustice. He will not let the oppressive person go unpunished, nor will he deny justice to anyone who has suffered unfairly in this world. Faith (Belief) in another world (Hereafter) is a natural consequence to the, belief in the existence of God.

The remaining chapters of book are:

5:Iman (Faith) in God	9:Faith in Predestination
6:The Oneness of God	10:Faith in the Unseen
7:Manifestation of Faith	11:Faith in the Prophets
8:Faith in Day of Judgment	12:Faith in the Scripture

Only the Urdu headlines are presented in following pages… one has to get and study the complete book……

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~`.

وجودِ باری تعالیٰ پر ایمان

- اللہ تعالیٰ اس کائنات کا پروردگار اور ہر چیز کا خالق ہے
- اللہ تعالیٰ ہی اس پوری مملکت کا مالکِ حقیقی ہے اور اپنی مرضی سے جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرّف کرتا ہے۔
- صرف اللہ تعالیٰ ہی واحد لائقِ پرستش معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

توحیدُ الاُلوہیّت یعنی
صرف اللہ تعالیٰ کو ہی معبُود ماننا

مدد مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو اور دُعا بھی صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مانگو

اللہ تعالیٰ کے ربّ العلمین اور مالک کائنات ہونے پر ایمان لانا دِل کا عمل ہے گویا ایک ایسی بات جس کو بطور عقیدہ انسان قبول کرلیتا ہے۔

لیکن ذاتِ باری تعالیٰ کے اِلٰہ اور معبُود ہونے پر ایمان کا تقاضا صرف اس بات پر یقین کرلینے اور عقیدہ بنالینے سے پُورا نہیں ہوتا۔ اس کی تکمیل کے لیے عملاً اللہ کی عبادت کرنا اور اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ بنانا اور عبادت بھی صرف اسی کی کرنا ضروری ہے۔

گویا اگر کوئی شخص کبرِ ونخوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے گریز کرتا ہے یا عبادت میں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی لائقِ پرستش یا اللہ کا شریک تصور کرتا ہے تو وہ ہرگز مومن نہ ہوگا خواہ دِل میں وہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی ربُّ العالمین اور مالک کون ومکاں ہے۔

مظاہرِ ایمان
یعنی
ایمان کی نشانیاں

- ایمان کامل کے آثار مومن کے عمل اور طرزِ حیات میں نمایاں نظر آتے ہیں
- شریعت کا حکم ہے کہ انسان پہلے ہر قسم کی تدابیر اور ذرائع اختیار کرے پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے کہ وہ اس کوشش اور عمل کے مثبت نتائج عطا فرمائے۔
- توکّل یہ نہیں ہے کہ آپ تدابیر اور اللہ کے بنائے ہُوئے نوامیس فطرت سے کام لینا چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے انتظار کرتے رہیں۔
- مومن کے نقطۂ نگاہ سے دینی رشتہ خونی رشتے سے زیادہ محکم اور عقیدے کا رابطہ نسبی رابطے سے زیادہ قوی ہے۔

ترکِ عمل سے انسان کافر نہیں ہوتا

تمام علمائے اہلِ سُنّت اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی حرام کام کا ارتکاب کرتا ہے لیکن اس کام کو حرام سمجھتا ہے یا کوئی فرض ترک کر دیتا ہے لیکن اس کے فرض ہونے کو تسلیم کرتا ہے تو اسے آخرت میں عذاب تو ملے گا۔ لیکن وہ کافر نہیں اور نہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

اَلزَّانِی لَا یَزْنِی حِیْنَ یَزْنِی وَھُوَ مُؤْمِنٌ

"زانی شخص زنا کرتے وقت مومن نہیں رہتا" "زانی شخص زنا کرتے وقت مومن نہیں رہتا:"

اس کا جواب یہ ہے کہ زنا کرتے وقت اسے یہ یاد نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر اسے یہ بات یاد رہے تو اسے اللہ سے شرم آئے اور زنا نہ کر سکے۔
اس کی مثال ایک فاسق شخص کی سی ہے جو زنا کے لیے آمادہ ہوا اور اسے محسوس ہو کہ اس کا باپ جھانک رہا ہے جو اسے دیکھ لے گا تو کیا اس صورت میں وہ اپنا کام جاری رکھ سکے گا یا باپ سے شرما کر زنا سے باز آجائے گا؟

ایمان بالیوم الأخر

روزِ جزا پر ایمان

اے ہمارے پروردگار ہماری آنکھیں کھول دے تاکہ ہم ہر طرف بکھری ہوئی ان حقیقتوں کو دیکھ سکیں جو تیرے موجود ہونے کی دلیل ہیں اور ہمیں نورِ بصیرت عطا فرما کہ ہم وہ راستہ پہچان سکیں جو تجھ تک پہنچاتا ہے اور ہمیں تمام ظاہری و باطنی فتنوں سے محفوظ رکھ۔

ایمان بالقدر
تقدیر پر ایمان

عقیدۂ تقدیر بلکہ تمام عقاید کے سلسلے میں سلامتی کا راستہ یہ ہے،
کہ ہم اصلی اور بنیادی ماخذ کی طرف رجوع کریں اور وہ قرآن حکیم اور سنت نبویہ
ہے اور سلف صالحین یعنی صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ
علیہم اجمعین کا اتباع کریں۔

قضا اور قدر کے معنیٰ

قرآن حکیم کی جن آیات میں تقدیر کا ذکر آیا ہے مثلاً:

وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ (۲۱) الحجر

"کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی
ہم نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں۔"

یا یہ آیہ کریمہ:

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (۴۹) القمر

"ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔"

یا جس طرح زمین کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا۔ حٰم سجدہ (۱۰)

"اس کے اندر برکتیں رکھ دیں اور اس کے اندر ٹھیک اندازے سے

خوراک کا سامان مہیا کر دیا۔

یا جس طرح چاند کے متعلق فرمایا گیا ہے،

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ۔ (یٰس: ۳۹)

"اس کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔"

یا یہ ارشاد کہ،

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيرًا ۝۲ الفرقان

"ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی۔"

یا یہ فرمان،

وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ الرعد

"ہر چیز کے لئے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔"

ان پر غور کرنے سے جو بات سمجھ میں آتی ہے یہ ہے کہ قدر یعنی تقدیر سے مراد وہ ضوابط و قواعد ہیں جو اللہ نے اس کائنات کے لئے مقرر فرمائے اور وہ نظم و نسق ہے جس کے مطابق یہاں کا سارا نظام چل رہا ہے اور وہ قوانینِ طبیعیہ ہیں جو یہاں جاری و ساری ہیں۔ گویا یہاں جو کچھ پیدا کیا گیا ہے ایک مقرر اور معین اندازے کے مطابق پیدا کیا گیا ہے اور ہر چیز کا ایک خاص تناسب رکھا گیا ہے۔

بنا بریں جو چیز بھی یہاں موجود ہے اس کے وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کی مقدار اس کے ذرات (ایٹمز) کی تعداد اور ان عناصر کی نوعیت اور کیفیت طے کر دی گئی تھی جن سے وہ مرکب ہے۔ نیز یہ بھی فیصلہ کر دیا گیا تھا کہ کسی ایک عنصر کے دوسرے عنصر سے ملنے کی صورت میں کیا چیز وجود میں آئے گی اور علیحدہ ہونے کی صورت میں کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ نیز اس پر طاری ہونے والی حرکت و سکون کی کیفیتوں کا اندازہ بھی ازل ہی سے متعین اور مقرر کر دیا گیا تھا۔

ایمان بالغیب

یہ ایک حقیقت ہے کہ

اگر انسان کو اس دنیا میں اس کے حواس اور عقل کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا کہ جو کچھ تو اس محسوس کریں عقل بس ان ہی کے متعلق فیصلے کرتی رہے تو ہم:

یقیناً ماورائی امور سے یکسر بے خبر رہ جاتے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ اور ہم پر اس کی رحمت کا تقاضا یہ ہوا کہ

اس نے عقل کو امورِ غیبیہ کے ادراک سے عاجز ہونے کی حالت میں نہیں رہنے دیا۔

بلکہ اسے اس کی ضرورت کے مطابق امورِ غیبیہ کا علم بھی اپنی طرف سے عطا فرما دیا۔

عقاید کے قاعدے بیان کرتے ہوئے ہم یہ بات بتا چکے ہیں کہ انسان کے حواس موجودات میں سے ہر چیز کا ادراک نہیں کر سکتے۔ نیز یہ کہ کائنات میں مادی چیزوں کے علاوہ بھی ایسی حقیقتیں موجود ہیں جن کا ادراک ہم اپنے حواس کے ذرائع سے نہیں کر سکتے۔

ان حقائق میں سب سے زیادہ قریبی حقیقت خود ہماری روح ہے! ہر شخص اس کی وجہ سے زندہ ہے لیکن کیا کوئی اس کے وجود سے انکار کر سکتا ہے؟
ظاہر ہے کوئی نہیں۔ پھر کیا کسی شخص نے روح کی حقیقت کو سمجھا ہے؟

ایمان بالرُّسل

رسُول انسان ہی ہوتے ہیں ان میں الوہیت کی کوئی بات نہیں ہوتی اس لئے کہ الوہیت صرف اُس ذات بے ہمتا کو زیب دیتی ہے۔

البتہ رسولوں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۔ (الفرقان : ۲۰)

سب سے پہلی بات جس پر قرآن حکیم میں زور دیا گیا ہے یہ ہے کہ ملائکہ جن اور رسول بھی دُنیا کی دوسری مخلوقات کی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور بندے ہیں جنھیں اس نے پیدا فرمایا ہے اور وہی ان کا مالک و مختار ہے۔

اور یہ بات بھی واضح طور پر بتادی گئی ہے کہ یہ سب یعنی ملائکہ جنّ اور رسول اپنی ذات کو بھی اللہ کی اجازت کے بغیر کسی قسم کا فائدہ یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے چہ جائیکہ کسی دُوسرے کو کوئی فائدہ یا نقصان پہنچا سکیں۔

تمام رسُول انسان ہیں اور انسانوں کی طرح ہی پیدا ہوتے اور موت سے ہمکنار ہوتے ہیں، انسانوں کی مانند بیمار بھی ہوتے ہیں اور صحت بھی

ف سب انبیاء و رسل علیہم السلام بشر ہیں اور بحیثیت بشر انسانوں کی مانند ہیں لیکن جو امور ان کے منصب رسالت کے مناسب نہیں یا اس مقام بلند کی ذمہ داریوں کو نبھانے میں مانع ہوں ان سے اللہ تعالیٰ ان برگزیدہ ہستیوں کو محفوظ و مصئون رکھتا ہے۔ مثلاً ایسے امراض جن سے شکل و صورت بگڑ جائے یا جن باتوں سے دوسرے متنفر ہوں۔ (مصنف)

http://endeavour-peace.page.tl

ایمان بالکتب

قرآن مجید آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے

- یقیناً کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ قرآن بنا سکے اور یہ بات بھی ناممکن ہے کہ قرآن جیسا کلام اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور عطا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ آپ تمام انسانوں کو چیلنج دیں کہ وہ قرآن کے مانند ایک ہی سورت بنا کر لائیں اور یہ چیلنج آج تک قائم ہے۔
- قرآن مجید، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔
- إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٨﴾ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴿١٩﴾ (الاعلیٰ)

اسلام میں ہر بات کے لیے حجت، دلیل اور برہان موجود ہے ——— لہٰذا مسلمان کسی معاملہ پر نہ تو مناظرہ سے ڈرتا ہے اور نہ گریز کرتا ہے

بعینہٖ اسلام اُن لوگوں سے بھی جو اسلام کے خلاف کسی بات کا اِدّعا کرتے ہیں دلیل و ثبوت کا مُطالبہ کرتا ہے:

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (البقرہ: ۱۱۱)

خاتمۂ کتاب

یہ تھے اسلام کے بنیادی عقائد

جو شخص ان باتوں پر ایمان لے آئے اور ان کے علاوہ بھی قرآنِ مجید نے جو کچھ آسمان زمین اور انسان کی تخلیق کے سلسلے میں بیان کیا ہے اس پر اعتقاد رکھے اور اس اعتقاد کے اثرات اس کے عمل میں بھی ظاہر ہونے لگیں، وہی شخص کامل مُسلمان ہے وہ قرآن کو صحیح اور حق بھی سمجھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔

یہی وہ مُسلمان ہے جو محض بے سوچے سمجھے قرآن کی تلاوت کر لینے اور عمل کے بغیر محض اس کی موسیقی سے لُطف اندوز ہونے اور گا کر پڑھنے کو کافی خیال نہیں کرتا، بلکہ اسے اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنا کر اس کے احکام کے مطابق حلال وحرام کا فیصلہ کرتا ہے، فرائض وواجبات پر عمل کرتا ہے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے ان باتوں سے باز رہتا ہے۔

دُنیا کے دُوسرے مذاہب اگر صرف عبادت گاہوں تک محدود ہیں تو کم از کم اسلام ایک ایسا دین ہے جو صرف مسجد کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ دین مسجد، گھر، بازار، ایوانِ حکومت اور حالاتِ جنگ وصلح سب کے لیے ہے۔

اسلام ہر وقت مسلمان کے ساتھ رہتا ہے اور اسے بتاتا رہتا ہے کہ کیا چیز اس کے لیے مباح ہے اور کونسی حرام ہے۔ مسلمان خواہ تنہا ہو یا اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ، تجارت کر رہا ہو یا کوئی اور کام اسلام اس کا رہبر و رہنما ہے۔

مسلمان کا کوئی اقدام اسلام کے احکامِ خمسہ[1] سے باہر نہیں ہے۔ ان میں سے چار اقسام یعنی ۱: واجب۔ ۲: مندوب۔ ۳: حرام۔ ۴: مکروہ کے احکام بہ تعیین و تفصیل بیان کر دیئے گئے ہیں اور ان کے علاوہ سب اشیا مباح قرار دے دی گئی ہیں۔

دوسرے مذاہب کے نقطۂ نگاہ سے دین صرف عبادات کا نام ہے۔ ان میں دین کا سیاست اور علم و سائنس سے کوئی واسطہ نہیں، لیکن اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ اسلام عبادت بھی ہے اور شہری تعزیری اور بین الاقوامی قانون بھی۔ دفتری نظام بھی ہے اور فطری مذہب بھی۔ علم و سائنس بھی ہے اور سیاست بھی۔ عمل بھی ہے اور جہاد بھی۔ فقہ کی کسی کتاب کو کھول کر دیکھ لیجیے اس کی فہرست میں آپ کو یہ تمام پہلو واضح طور پر ملیں گے۔

دوسرے مذاہب میں اگر عبادت صرف نماز ہے تو اسلام میں صرف نماز روزہ ہی عبادت نہیں ہے بلکہ انسانوں کو فائدہ پہنچانے والا ہر کام اگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کی نیت سے کیا جائے تو عبادت ہے۔

اگر مذاہبِ عالم میں دینِ عبادات اور دینِ علم و سائنس کے نقطۂ نگاہ سے تفریق کریں گے تو اسلام علم و سائنس کا دین ہے کیونکہ قرآن مجید میں سب سے پہلے جو لفظ نازل

[1] احکامِ خمسہ سے مراد مندرجہ ذیل پانچ حکم ہیں:
۱: واجب ۲: مندوب ۳: حرام ۴: مکروہ ۵: اباحتِ اصلیہ۔ (اباحتِ اصلیہ کے معنی یہ ہیں کہ بنیادی طور پر تمام چیزیں مباح ہیں اور جب تک شریعت کی طرف سے کسی چیز کے حرام یا مکروہ ہونے کا حکم نہ صادر ہو وہ چیز اپنی اباحتِ اصلیہ کی بنا پر مباح اور جائز ہے)
(مترجم)

ہوا وہ "اِقْرَأْ" (پڑھ) تھا "قَاتِلْ" (جنگ کرو) یا "اِجْمَعِ الْمَالَ" (مال جمع کرو) یا "اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا" (دنیا چھوڑ دو) نہیں تھا۔ پھر قرآن مجید میں لفظ اقراء کے بعد جس چیز کا ذکر کیا گیا ہے وہ علم ہے۔ اسی طرح قرآن میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر مال وقوت یا جاہ ومرتبہ عطا فرمانے کا احسان کہیں نہیں جتایا۔ البتہ علم سکھانے کا احسان جتایا ہے۔

علاوہ ازیں ہر وہ علم جس کی اسلامی معاشرے کو ضرورت ہو اس کا سیکھنا ازرُوئے اسلام ہر مسلمان پر جو سیکھنے کی قدرت رکھتا ہو فرض کفایہ ہے۔

غور کیجئے! کیا دُنیا میں اسلام کے علاوہ کوئی دین ایسا ہے جو کیمسٹری، طب، ہوابازی وغیرہ کا سیکھنا دینی فریضہ قرار دیتا ہو؟

اسلام غنا اور ثروت کا دین ہے۔ قرآن مجید میں مال کو خیر کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو: "وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ" ﴿۸﴾ (العادیات)

"اور وہ (انسان) مال ودولت کی محبت میں بُری طرح مبتلا ہے":

اسی طرح وصیت کے بیان میں کہا گیا ہے: "اِنْ تَرَكَ خَيْرًا" ؏ (البقرہ ۱۸۰)

"اور اگر وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو":

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان غنی اور مالدار ہو لیکن شرط یہ ہے کہ مال جائز اور حلال ذرائع سے حاصل کیا جائے اور مال ودولت مسلمان کے ہاتھ میں ہو دل میں نہ گھس بیٹھے۔ مال اور کائنات کی ہر چیز انسان کے لیے مسخر کی گئی ہے۔ انسان اگر مسلمان ہو تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا عبد اور خلیفہ ہے۔ اور اللہ کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے وہ اس پوری کائنات کا مالک ہے اور اس پر اسی طرح اختیار واقتدار رکھتا ہے جس طرح ایک مالک وآقا اپنی مملوک ومقبوض چیز پر رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی چیزوں میں جو منافع اور فوائد چھپا رکھے ہیں مسلمان

http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://endeavour-peace.page.tl

تحقیق و انکشاف کے ذرائع سے ان فوائد کو حاصل کرتا ہے لیکن ان اشیا کی اصل حیثیت برقرار رکھتا ہے۔ ان اشیا کو عظیم مان کر ان کی پرستش نہیں کرتا کیونکہ ایسا کرنے سے یہ خود ان کا بندہ بن جائے گا اور ان کو اللہ کا شریک بنالے گا۔ گویا شرک کا مرتکب ہوگا۔

مال کو اللہ تعالیٰ نے فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اب اگر آپ اسے جمع کرکے چھپا دیتے ہیں اور پھر اس کی حفاظت کرتے ہیں تو آپ نے اس سے نفع نہیں اُٹھایا بلکہ آپ اس کے غلام اور عبد ہوگئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ ۔

"مال و دولت کا غلام ہلاک ہوگیا"۔

اسی طرح لباس جسم ڈھانپنے اور سردی سے حفاظت کے لیے ہوتا ہے اگر آپ اسے اتنا اہم اور عظیم خیال کرنے لگیں کہ اسے سینت سینت کر رکھیں اور اس سے محبت کرنے لگیں اور فائدہ نہ اُٹھائیں تو آپ لباس کے بھی غلام بن گئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تَعِسَ عَبْدُ الْخَمِيصَةِ

"لباس کا غلام ہلاک ہوگیا"۔

اسلام قوت و شوکت کا دین ہے لیکن کسی پر ظلم روا نہیں رکھتا۔ اسلام دُنیا اور آخرت دونوں کے لیے ہے:

"رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً (البقرہ: ۲۰۱)

"اے ہمارے رب ہمیں دُنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے"۔

اسلام کا تقاضا مُسلمانوں سے یہ ہے کہ وہ سچے اور پکے مسلمان بن کر شریعت کی پیروی کریں اور اس کے ساتھ ساتھ دُنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ، سب سے زیادہ طاقت ور، سب سے زیادہ صاحبِ علم اور سب سے زیادہ مالدار قوم بن کر رہیں تاکہ دُنیا اور آخرت کی ہر بھلائی ان کے پاس جمع ہوجائے۔

نیز ہر مسلمان کو یہ بات بھی یاد رہنا چاہیئے کہ ان باتوں کے علاوہ مسلمان پر ایک اور فرض بھی عائد ہوتا ہے اور وہ ہے اغیار میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت حکیمانہ انداز میں تلقین اور احسن طریقے پر دعوت الی اللہ۔

ہم کسی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کریں گے۔ قرآن میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے؛
لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۔ "دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے":
بلکہ ہم اغیار کے سامنے اسلام کی خوبیاں پیش کریں گے تاکہ وہ اس کی طرف راغب ہوں۔

لیکن اس دعوت و تبلیغ کے لیے صرف زبانی گفتگو کافی نہیں ہے بلکہ ہم پر زبان حال سے بھی تبلیغ کرنا ضروری ہے۔ اور وہ صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اسلامی معاشرہ اسلامی قوانین وضوابط کا عملی نمونہ بنے

دراصل ہماری موجودہ حالت وکیفیت تو ایسی ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام کی تصویر ہی مسخ ہو گئی ہے اور اتنی بھیانک نظر آتی ہے کہ لوگ دیکھ کر نفرت کرنے لگتے ہیں
اور اس سے دور بھاگتے ہیں۔

اسلام کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ سلیم العقل ہو تاکہ دلائل سے دوسروں کو قائل کر سکے۔ اسے اسلام کا پورا علم ہو تاکہ اللہ کے دین کو بہترین انداز میں پیش کر سکے۔

اس کا ثقافتی تعلیم سے بہرہ ور ہونا بھی ضروری ہے تاکہ لوگوں سے اس زبان میں بات کر سکے جو وہ سمجھتے ہوں۔

نفیس آداب و اخلاق سے آراستہ اور پسندیدہ شخصیت کا مالک ہو۔ تند خو، اکھڑ، خشک مزاج اور اُجڈ نہ ہو۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ اسلام کسی مسئلہ پر مناظرہ سے گریزاں نہیں اور نہ بحث و

استدلال سے ڈرتا ہے۔ اسلام میں ہر بات کے لیے حجت، دلیل اور برہان موجود ہے اسی طرح اسلام ان لوگوں سے بھی جو اسلام کے خلاف کسی بات کا ادعا کرتے ہیں دلیل و ثبوت کا مطالبہ کرتا ہے۔

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (البقرہ ۱۱۱)

"ان سے کہو اپنی دلیل پیش کرو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو:"

دوسری جگہ ہے، وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ (المومنون ۱۱۷)

"اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔"

اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل ہے تب بھی ان کے لیے توحید کے خلاف اپنا دعویٰ ثابت کرنا محال ہے۔ اے کاش! اگر ایسے مبلغ اور دعوت الی اللہ دینے والے لوگ میسر آ جائیں تو اس وقت پوری دنیا اسلام قبول کر سکتی ہے

ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اس دین کو خود اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس نے اس کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ (الحجر)

"رہا یہ ذکر تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں:"

اس کے معنیٰ یہ ہے کہ اسلام تو ہر حالت میں باقی رہے گا اور انجام کار فتح اس کے لیے مقدر ہے لیکن اب یا تو ہم مسلمان خود اپنے دینِ اصلی کی طرف رجوع کریں۔ اس صورت میں اس کامیابی کا سہرا دنیا میں ہمارے سر رہے گا اور آخرت میں بھی وہ ثواب ہمیں ملے گا جس کا وعدہ دینِ اسلام نے ہم سے کیا ہے۔

اور یا پھر اللہ تعالیٰ ہماری بجائے کسی دوسری قوم کو یہ توفیق عطا فرمائے گا کہ وہ مسلمان ہو کر دعوت و تبلیغ کے فریضہ سے عہدہ برآ ہو اور اسلام کا دفاع کرے۔

ہم اس بدبختی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہمیں راندۂ درگاہ قرار دیکر

http://endeavour-peace.page.tl

یہ ذمہ داری ہماری بجائے کسی دوسری قوم کے سپرد فرمائی جائے۔ اور ہم اس سے
التجا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے دین کی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اسلام
کی فتح و کامرانی ہمارے مقدر میں ہو۔ ہمارے گناہ معاف فرمائے اور ہم پر رحم فرمائے

آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Next >>> Part IV >>>> Don't Miss, its Amazing

سیدِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

سیدِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بڑے معجزے ہیں: (۱) قرآن حکیم
اور (۲) آپ کی ذاتِ اقدس کا بے نظیر خلقِ عظیم اور آپ کے بے مثال مکارمِ جمیلہ
اور محاسنِ جلیلہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی رسالتِ عظمیٰ یعنی منصب
ختمِ رسالت و نبوت کے مقامِ بلند کے لیے آپ کو منتخب فرمایا۔
رحمتِ عالم کی حیاتِ طیبہ کا ہر واقعہ بلکہ پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنی
جگہ ایک معجزہ ہے۔

P.S: The books is very strongly recommended to be read by every Muslim, should also to be taught/read in all the education institutions, establishments and organizations to build the strong foundation of faith of [*Ayman* ايمان], to eliminate ignorance, illiteracy, poverty, sectarianism and violence. This will pave the way for establishment of an appropriately integrated peaceful progressive Islamic society, a role model for ethical and spiritual peace for the humanity.

Book URL: http://faithforum4peace.googlegroups.com/web/005-e-Book-Islam-introduction.pdf?gda=GastA1YAAADArLbWJTfG5xoQrnCOdcwIJgQUxWHFNad1PIQbGDZ2g9piaxL4w6ljCMw9Or5E0qbBYhzvPmAi8zj4OOeoUASYMrYifh3RmGHD4v9PaZfDexf3Vt-Lj-lQjUuHRnd2bV8

The remaining chapters of book are:

5:Iman (Faith) in God	9:Faith in Predestination
6:The Oneness of God	10:Faith in the Unseen
7:Manifestation of Faith	11:Faith in the Prophets
8:Faith in Day of Judgment	12:Faith in the Scripture

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~`.

For comprehensive understanding of Islam, the complete book: **"*Ta'rif-e-Aam bi-Din-il-Islam*" By: Shaikh Ali Al-Tantawi,** translated from Arabic to Urdu by Syed Shabbir Ahmad,in English by Prof.Raja F.M.Majed, should be studied. This is an excellent gift for the people you care. The book [English or Urdu Translation, 364 pages] can be procured through; Qur'an Asan Tehrik, 50 Lower Mall, near MAO College Lahore at cost price, Rs.65] www.quranasan.org, www.asanquran.com. E Mail: qat@lcci.org.pk, info@quranasan.org, Tel:042-37324904, 37242265-6.

The soft copies in the form of digital / e-book in word and pdf format can be down loaded form the following Blogs/ web sites of "Faith Forum 4 Peace":
http://faithforum.wordpress.com ,http://endeavour-peace.page.tl
http://peace-forum.blogspot.com ,
http://groups.google.com.pk/group/FaithForum4Peace

Faith Forum 4 Peace; is a virtual intellectual Forum, managed by Brig (R) Aftab Khan, MA, MBA, for ethical and spiritual peace, through conceptual insight to Islam, Christianity and Judaism in the light of Holy Scriptures. The Forum is open to all the rational people. Books and articles are availabvle at following web links:
http://faithforum.wordpress.com , http://endeavour-peace.page.tl
http://groups.google.com.pk/group/FaithForum4Peace
http://peace-forum.blogspot.com, SMS +923004443470
E Mail: faithforum@live.com , endeavour.peace@gmail.com
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

Free e-Books, Articles - Islam Christianity, Judaism

By: Brig (R) Aftab Ahmad Khan, MA, MBA

Understanding Faith: by Ali Tantawi:

1. Empirical-Faith-pdf:
2. Religion and Reasoning:
3. Selection of Right Course:

Faith of Abraham & Islam By Aftab Khan:

1. Foreword:
2. *** The Creator:***
3. *** The Creation***
4. *** The Guidanc***
5. *** Islam in Modern Era:***
6. ***Hand Book of Islam-1***
7. Hand Book of Islam: by Tantawi
8. The Last Prophet (pbuh):
9. Significance of Knowledge:
10. Islam & Philosophy:
11. Islam-Fundamentals:
12. Appendices of All Books:
13. What is Jihad?
14. Jihad, Myth & Reality:
15. Islamic Civilization-Ups &Downs:
16. Fanaticism, Fitnah:
17. Enjoining Good, Forbid Evil, How?
18. Sectarianism, Enemy Within:
19. Usury [Riba]: Bible and Qur'an
20. Women in Islam:
21. Polygamy:
22. Ten Principles for Success:
23. Understanding Islam By Moududi:
24. Explanation Names of Allah
25. Ijtehad By whom?
26. Islam and Secularism
27. Waiting for Mehdi ?

**Get books Free by SMS address & Post code@ 0300*

The Last Prophet (pbuh):

1. Prophesized in Bible:
2. Prophet Muhammad-pdf:
3. Prophet Muhammad-html (pbuh):
4. Prophet of Peace-pdf:
5. The Prophet of Peace-html:
6. The Amazing Model-pdf:
7. The Amazing Role Model-html:
8. Biography of Prophet (pbuh)

Islam Judaism, Christianity

1. Islam, Christianity & Judaism :
2. Common Issues-Muslims, Jews& Christians:
3. Islam, Judaism, Christianity-Common Aspects:
4. Comparison- Judaism, Islam, Christianity

The Noble Qur'an:

1. The Message of The Qur'an: By M.Asad
2. What is Qur'an?
3. Guide for Study of Qur'an**:** By Moududi
4. Amazing Qur'an [By Mullur]
5. What They Say About Qur'an
6. Seven Oft-Repeated Verses
7. The Prophesies of Qur'an:

Religious Extremism: By Aftab Khan

1. ** *Takfeer:*** *the Dreadful Doctrine of Terror:*
2. Inquisition-Torture in Christianity:
3. Extremism does not Pay:
4. Jihadi Terrorist Organizations:
5. Taliban are Khwarjiri:
6. Obligations of Muslims:

Interfaith: By Aftab Khan

1. A Pragmatic Way to Faith:
2. Religion & Reasoning:
3. Is There God?
4. Do Muslims & Christians Believe Same God
5. The Sacred Scriptures:
6. Jesus Christianity & Bible:
7. Jesus in Bible-Summary:
8. Prophet Muhammad in Bible:
9. How Bible of Barnabas Survived?
10. Gospel of Barnabas :
11. Jesus in Islam and Christianity:
12. Predestination-Taqdeer:
13. Religion and Theory of Evolution-html:
14. Theory of Evolution-pdf:
15. Influence of Islam on Christianity, West:
16. Is Islam Really A Threat to West?
17. Islamophobia & Response:
18. Priesthood:
19. Jerusalem, Bible, Qur'an & History.pdf
20. Muslim-Christian Dialogue
21. Son of Who?
22. Islam & "Sankhya" – Indian Philosophy
23. The Gentile Christ .pdf:

Judaism:
1. What Do Jews Believe?
2. Islam and Judaism:
3. The Promised Land & 13th Tribe:
4. Ishmael, Israel & Peace-A Diolague:
5. Zionism & Racism-A Friendly Dialogue:
6. The Other Side of Israel:

Jerusalem Peaceful Solution:2 in 1:

http://faithforum.wordpress.com/e-books/ , http://endeavour-peace.page.tl/e_Library.htm
http://peace-forum.blogspot.com/p/books-articles-islam-christianity.html

Next >>> Part IV >>>> Don't Miss, it's Amazing

سیدِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

سیدِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بڑے معجزے ہیں: (۱) قرآنِ حکیم اور (۲) آپؐ کی ذاتِ اقدس کا بے نظیر خلقِ عظیم اور آپؐ کے بے مثال مکارمِ جمیلہ اور محاسنِ جلیلہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی رسالتِ عظمیٰ یعنی منصب ختمِ رسالت و نبوت کے مقامِ بلند کے لئے آپؐ کو منتخب فرمایا۔

رحمتِ عالم کی حیاتِ طیبہ کا ہر واقعہ بلکہ پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنی جگہ ایک معجزہ ہے۔

Not for Sale

The Unique
HANDBOOK OF ISLAM
IV URDU

FAITH FORUM 4 PEACE
http://FaithForum.WordPress.com
http://Endeavour-Peace.Page.tl
http://Peace-Forum.Blogspot.com
E Mail: FaithForum@live.com
Endeavour.peace@gmail.com

Source: The world fame Arabic book: "Tare-f-e-A'm-Be-Din-e-Islam"
By Sheik Ali Tantawi,
Translated by Syed Shabbir Ahmad

Most Comprehensive Yet Brief

Millions Benefited Worldover

شیخ علی طنطاوی

سید شبیر احمد

قرآن آسان تحریک (رجسٹرڈ) 50۔لوئر مال نزد ایم۔اے۔او۔کالج لاہور
ٹیلیفون : 042-37242265-6 . 042-37324904
E Mail:qat@lcci.org.pk & info@quranasan.com
Website: www.quranasan.org & www.asanqran.org

"The Hand Book of Islam" in English & Urdu, and many books on Islam, Christianity and Judaism are freely available @
http://faithforum.wordpress.com , http://peace-forum.blogspot.com
http://groups.google.com.pk/group/FaithForum4Peace
http://endeavour-peace.page.tl ,

سیدِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

سیدِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بڑے معجزے ہیں:

(۱) قرآنِ حکیم اور (۲) آپ کی ذاتِ اقدس۔

آپ کی ذاتِ اقدس کا بے نظیر خلقِ عظیم اور آپ کے بے مثال مکارمِ حمیدہ اور محاسنِ جلیلہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی رسالتِ عظمیٰ یعنی منصبِ ختمِ رسالت و نبوت کے مقامِ بلند کے لئے آپ کو منتخب فرمایا۔

رحمتِ عالم کی حیاتِ طیبہ کا ہر واقعہ بلکہ پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنی جگہ ایک معجزہ ہے۔

آپ بشر تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ اپنے بشر ہونے پر جو ایک واضح حقیقت ہے پُر زور دیں اور کھلے لفظوں میں لوگوں کے سامنے اس حقیقت کا اعلان کر دیں تاکہ لوگ آپ کو خدا نہ بنا بیٹھیں۔ یا آپ کے لئے خدائی صفات ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ (الکہف : ۱۱۰)

؎ اے محمدؐ! کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

؎ اسلام کے تین معانی ہیں (۱) معنیٔ عام۔ اس معنی کے اعتبار سے ہر وہ شخص مسلمان ہے جو کسی بھی رسول پر اس کے دورِ رسالت میں ایمان لایا ہو (۲) معنیٔ خاص۔ اس معنی کے لحاظ سے صرف وہ شخص مسلمان ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے (۳) معنیٔ خاص الخاص۔ یہ وہ معنی ہیں جو مشہور حدیثِ جبریل میں ۱۔ ایمان ۲۔ اسلام اور ۳۔ احسان کی توضیح و تشریح کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ (مصنف)

اس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ انسان ہونے کے ناطے جہاں تک انسانیت کے
عام اجزائے ترکیبی کا تعلق ہے میں تم جیسا ہی ہوں لیکن اس کے مقابلہ میں ایک اور
بہت بڑی حقیقت بھی ہے جسے سب تسلیم کر چکے ہیں اور وہ یہ کہ انسانوں میں کوئی
اور شخص بھی ایسا نہیں ہے جو عظمت و کرامت میں آپ جیسا ہو۔ بلکہ واقعہ یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے پورے عالم انسانیت میں اس مقام و مرتبہ اور انداز و طراز کا انسان
سوائے ایک فرد بے مثال کے جس کا نام نامی حضرت محمد ابن عبداللہ ہے پیدا نہیں
فرمایا صلی اللہ علیہ وعلیٰ ابیہ ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ وجمیع الانبیاء۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر سب سے بڑا ظلم جو دراصل حقیقت
کے ساتھ بھی بہت بڑی ناانصافی کے مترادف ہے یہ ہوگا کہ ہم آپ کی عالی مرتبت ذات
کو تاریخ عالم کے ان ہزار ہا بڑے لوگوں میں سے کسی پر قیاس کریں جن کے نام تاریخ
کے دھندلے صفحات پر تاریخ کے وجود میں آنے کے وقت سے روشن نظر آتے ہیں۔
کیوں کہ تاریخ کے ان بڑوں کی کیفیت تو یہ ہے کہ:

ان میں سے اگر کوئی بڑی عقل کا مالک ہے تو قوت بیان اور جذبۂ محبت
سے عاری ہے۔

یا اگر کوئی گفتگو کی فصاحت و بلاغت اور تیز خیالی سے آراستہ ہے تو اس کا
انداز فکر رسمی اور عامیانہ ہے۔

اسی طرح اگر کوئی قوت ارادی اور قیادت کی اہلیت رکھتا ہے تو اس کا کردار
اخلاقی پاکیزگی اور استقامت سے ...

ان سب کے برعکس جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی وہ واحد و یکتا ہستی
ہیں جس نے عظمت و کرامت کے تمام پہلو اپنے اندر سمو رکھے ہیں۔ پھر دنیا کے مشہور

مشاہیر؎ ابطال میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی سوانح حیات کا کوئی نہ کوئی گوشہ ایسا نہ ہو جس کو چھپانے کا اہتمام نہ کیا گیا ہو اور اس کی زندگی کے کچھ کارنامے ایسے نہ ہوں کہ وہ اپنے ان کارناموں کی پردہ پوشی کا آرزومند نہ ہو اور اسے یہ خوف نہ رہا ہو کہ کہیں لوگ ان سے واقف نہ ہو جائیں. خواہ اس کی زندگی کے اس پہلو کا تعلق اس کی شہوت پرستی سے ہو یا اس کے خاندانی پس منظر سے یا اس کی ذاتی کمزوریوں اور بے اعتدالیوں سے.

ان سب کے بالکل برعکس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی دنیا کی وہ واحد شخصیت ہیں کہ آپ نے اپنی پوری زندگی ہر لحاظ سے لوگوں کے سامنے کھول کر پیش کر دی تھی اور آج وہ ایک کھلی کتاب کی مانند سب کے سامنے ہے جس میں کوئی صفحہ مخفی اور کوئی سطر مشتبہ نہیں ہے اس میں سے ہر شخص جو باب چاہے پڑھ سکتا ہے.

صرف آپ ہی دنیا کے وہ واحد انسان ہیں جنہوں نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو کھلی اجازت دی کہ آپ کے تمام افعال و اقوال جو انھیں معلوم ہیں ہر طرف نشر کریں. اور دوسروں تک پہنچائیں.

چنانچہ صحابہ کرام نے آپ کے بارے میں ہر وہ بات بیان کر دی جو انھوں نے دیکھی، خواہ اس کا تعلق کسی کیفیت سے ہو روایات آپ کے مقاماتِ عالیہ سے متعلق ہو یا آپ کے بشری پہلو یعنی غصہ کی حالت یا مختلف جذباتی کیفیات کے بارے میں ہو.

اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن سے بھی ان تمام معاملات

؎ اس بات کی تصدیق ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس نے نپولین، [illegible]، [illegible] اور ہٹلر وغیرہ کے سوانح حیات کا مطالعہ کیا ہے. علاوہ ازیں ان لوگوں کے قائدین خواہ وہ مذہبی ہوں یا سیاسی ہوں یا علمی اور چھوٹا ہو یا بڑا سب کے اخلاق و کردار کا حال یہی ہے.

تعلقات سے پوری طرح پردہ اٹھا رہا ہو، ان کے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھے۔
مثال کے طور پر اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ ہی کو دیکھ لیجیے۔ آپ آں حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بیوی اور آپ کی اجازت سے آپ کے دین میں
اور اہل و عیال کے ساتھ آپ کے طرزِ معاشرت کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔
دراصل اس کا حقیقی سبب یہ ہے کہ آپ کا ہر قول و فعل بلکہ زندگی کا ہر ہر لمحہ
دین اور شریعت ہے۔

اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ اس کتاب کو بچے اور عورتیں بھی پڑھیں گے تو میں باب
زندگی کے چند ایسے زاویے بھی بیان کرتا جن کی عام طور پر پردہ پوشی کی جاتی ہے۔
حدیث، فقہ اور سیرت کی کتابوں میں یہ سب چیزیں پوری شرح و بسط کے
ساتھ موجود ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں ہر
چیز بیان کر دی، یہاں تک کہ وہ امور بھی جن کا تعلق انسان کی فطری ضروریات سے ہے
اور اس کے نتیجے میں ہمیں یہ تک معلوم ہو گیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح
کھانا تناول فرماتے تھے آپ کے لباس مبارک کی کیا کیفیت تھی، استراحت کس طرح
فرماتے تھے اور قضائے حاجت کا انداز کیا تھا اور اس کے بعد طہارت کس طرح کیا کرتے تھے۔
آپ تاریخ کے جھروکوں میں سے کوئی ایک ایسا باہمت انسان نکال کر دکھا
دیجیے جس میں یہ جرأت ہو کہ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر لوگوں سے کھلا اعلان کہہ
سکے کہ آئیے اور دیکھیے! یہ ہے میری پوری زندگی۔ میری زندگی کے تمام اعمال و افعال
آپ کے سامنے موجود ہیں! انھیں دوست و دشمن سب کو دکھا دیجیے اور جس کا جی چاہے
جی چاہے ان پر تنقید کرے اور انھیں پرکھ کر دیکھ لے۔
تاریخ میں کوئی ایسا بڑا آدمی بتائیے جس کے سوانحِ حیات اس قدر تفصیل اور

اہتمام کے ساتھ مرتب کئے گئے ہوں کہ اس کے تمام لمحات زندگی اور زندگی کے مخفیہ گوشے تیرہ سو سال بعد بھی لوگوں کے سامنے اس طرح عیاں ہوں جس طرح حضرت خیر البشر کے تمام زاویہ ہائے سیرت ہمارے سامنے ہیں۔

کسی عظیم انسان کی عظمت کے اسباب یا تو اس کی پسندیدہ عادتیں اخلاق کریمہ اوصاف جمیلہ اور ذاتی خوبیاں ہوتے ہیں یا وہ کارہائے نمایاں جو اس نے اپنی زندگی میں سرانجام دیے ہوں یا وہ باقیات صالحات اور اچھے اثرات ہوتے ہیں جو وہ اپنی امت کی تاریخ میں اور تاریخ عالم کے لئے چھوڑ گیا ہو۔

دنیا کے ہر بڑے انسان کی عظمت و کرامت کو ناپنے کے لئے ان پیمانوں میں سے کسی ایک پیمانے کے اعتبار سے اس کی بڑائی کو متعین کیا جاتا ہے لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو ان تمام پیمانوں سے ناپا اور پرکھا جا سکتا ہے۔

آپ نے تمام عظمتوں کو خود میں جمع کر لیا تھا۔ آپ اوصاف جمیلہ کے لحاظ سے بھی عظیم تھے اور کارناموں اور اعمال کے لحاظ سے بھی عظیم۔ اور باقیات صالحات کے اعتبار سے تو آپ کا مقام اتنا بلند ہے کہ آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

دنیا کے تمام بڑے لوگ یا تو اس لحاظ سے بڑے گزرے ہیں کہ وہ اپنی اپنی قوم کے بڑے تھے اور انھوں نے اپنی قوم کو فائدہ پہنچایا تھا لیکن انھوں نے اتنا ہی کسی دوسری قوم یا ملک کو نقصان بھی پہنچایا ہوگا۔ جیسے بڑے بڑے جنگ جو اور فاتحین سپہ سالار۔

یا پھر ان کی عظمت اگر عالمی معیار کی ہے تو وہ صرف کسی ایک محدود سمت میں ہوگی۔

مثلاً کسی کا کارنامہ یہ ہوگا کہ اس نے اللہ کے بنائے ہوئے قوانین طبیعہ میں سے کوئی ایسا قانون دریافت کیا ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اس لیے چھپا رکھا تھا کہ ہم

اپنی عقل کو کام میں لائیں اور اسے دریافت کریں۔

یا کسی مرض کی کوئی دوا دریافت کی ہوگی یا فلسفہ کا کوئی نظریہ وضع کیا ہوگا یا اظہار و بیان کے مختلف اسالیب میں سے کسی اسلوب میں کوئی مثالی چیز تخلیق کی ہوگی۔ مثلاً کوئی بے نظیر ناول یا فصیح و بلیغ اشعار کا کوئی دیوان وغیرہ وغیرہ۔

لیکن حضرت محمدؐ! (زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا!) صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی عظمت و رفعت تمام پہلوؤں کے لحاظ سے عالمگیر اور اپنے تمام زاویوں اور گوشوں کے اعتبار سے ہمہ گیر تھی۔

آپ جس چیز کی دعوت دیتے تھے اس پر خود بھی کامل ایمان رکھتے تھے۔

جبکہ بہت سے قدیم و جدید مبلغ اور داعیوں کی کیفیت یہ ہے کہ جو کچھ زبان سے کہتے ہیں ان کا عمل اسے جھٹلاتا ہے۔

لوگوں کے سامنے جیسا خود کو ظاہر کرتے ہیں خلوت میں ویسے نہیں ہوتے۔

کسی چیز سے رغبت و محبت یا نفرت و خوف کے وقت، غصے اور بھوک کی کیفیت میں یا احتیاج کی حالت میں ان پر خواہشاتِ نفسانی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اپنی کہی ہوئی باتیں انھیں یاد نہیں رہتیں۔

میں کسی دوسرے کی بات نہیں کرتا بلکہ اپنی ذات کی مثال پیش کرتا ہوں۔ میں خود جب دعوتِ خیر و صداقت اور تبلیغِ دین و ہدایت کی غرض سے تقریر کرتا ہوں یا ان مقاصد کے لیے کوئی مقالہ لکھتا ہوں اس وقت اپنی طبیعت میں ایک خاص انداز کی رفعت محسوس کرتا ہوں لیکن پستی سے بلندی کی طرف میری یہ اٹھان ابھی ابتدا ہی ہوتی ہے کہ کثافتِ طبع اور خواہشاتِ نفسِ امارہ کا مجھ پر غلبہ ہو جاتا ہے اور میں واپس اسی ارض پر آ جاتا ہوں جہاں سے اٹھا تھا۔

دراصل لوگ واعظوں اور خطیبوں میں یہ جو کمی دیکھتے ہیں اس نے

پر کان نہیں دھرتے اور اسی وجہ سے ان کے دشمنوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

اس کے برعکس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو احکام اسلام بیان کرنے کی غرض سے کبھی کسی یونیورسٹی میں لیکچر دینے کے لیے بلائے گئے نہ کسی مدرسے میں آپ کے لیے پیریڈ مقرر کیے گئے۔ نہ کبھی آپ نے وعظ کا کوئی جلسہ منعقد کیا بلکہ آپ تو جو کچھ آپ کی طرف وحی کیا جاتا تھا گھر میں ہو اور بازار میں غرض ہر جگہ پہنچا دیتے تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ جہاں اور جب ضرورت ہوتی انجام دیتے تھے۔

لیکن جو کچھ زبان سے ارشاد فرماتے تھے اس کا اظہار آپ کے عمل سے بھی ہوتا تھا اور آپ کا عمل آپ کے ارشادات کی تعبیر و تفسیر ہوا کرتا تھا۔

آپ کا خلق عظیم قرآن کریم تھا۔ آپ نے یہ بات اکثر سنی ہوگی لیکن کیا آپ نے کبھی اس پر غور کیا کہ اس کے معنی کیا ہیں؟

جواب والا اس کے معنی ہیں کہ آپ کے اعمال و افعال میں سے ہر فعل و عمل اور آپ کی عادات کریمہ میں سے ہر عادت قابل تلاوت آیت ہے۔ ایک خطبہ ہے جو ہر جگہ پڑھا جاتا ہے بلکہ ایک مکمل منضبط درس و وعظ ہے جس سے ہر شخص نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔

آپ راتوں کو اتنا طویل قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک متورم ہو جایا کرتے تھے۔

اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار فرماتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ واقعہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں؟ پھر آپ اتنی عبادت و استغفار کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

واقعہ تو یہ ہے کہ آپ کے تمام اعمال نمونہ تھے۔ اس لیے کہ خیر کی ہر کوشش بدی کو ختم کرنے والا ہر اقدام اور معاشرہ کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لیے کیا جانے والا

ہر کام نماز بن جاتا ہے بشرطیکہ کرتے وقت کرنے والے کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا کا
حصول ہو۔

میں یہاں صرف ایک مثال پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جو نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کا اپنی تعلیمات پر ایمان محکم اور احکام خداوندی کو نافذ کرنے کے سلسلے میں
آپ کی انتہائی پابندی و استحکام کا مظہر ایک معمولی واقعہ ہے، لیکن جب آپ اس پر
غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ ایک چھوٹا سا واقعہ اپنے تمام پہلوؤں کے اعتبار سے
کس قدر ارفع و اعلیٰ کارنامہ ہے۔

میں پہلے اصل واقعہ کی وضاحت کے لئے بطور تمہید ایک سوال کرتا ہوں۔
آج کل اگر ہمارے کسی بہت بڑے خاندان مثلاً کسی وزیر یا رئیس کی لڑکی
چوری کے الزام میں پھنس جائے تو آپ کا کیا خیال ہے اسے بھی اسی طرح جیل بھیجا
جائے گا جس طرح کسی خانہ بدوش لڑکی کو چوری کے جرم میں جیل بھیج دیا جاتا ہے اور
اس پر بھی قانونی حکم اسی طرح نافذ کر دیا جائے گا جس طرح خانہ بدوش لڑکی پر؟
کیا سینکڑوں ہاتھ آگے بڑھ کر اس کے جرم کو چھپانے اور مقدمہ آسان بنانے یا
سزا کم کروانے کی کوشش نہ کریں گے؟

دراصل اسی قسم کا ایک واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور خیر القرون
میں پیش آچکا ہے۔

قبیلہ قریش کی شاخ بنی مخزوم کی ایک لڑکی جو کہ بہت ہی اونچے خاندان کا فرد تھی
یعنی ولید جسے وحید کہا جاتا تھا کے خاندان سے تھی۔
بلکہ یوں کہیے کہ حضرت خالد بن ولید جو کہ قرون اولیٰ کے تمام معرکوں میں جرنیل کے
سپہ سالار رہے ہیں یا ان جن کا خاندان قریش میں بنی ہاشم اور بنی امیہ کے بعد تیسری حیثیت
رکھتا تھا۔ ان کے خاندان کی ایک لڑکی نے چوری کی اور جرم ثابت ہو جانے کی بنا پر سزا

فیصلہ صادر کر دیا گیا۔

ان لوگوں نے اس خیال سے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معافی اور درگزر کو پسند فرماتے ہیں سفارش کی تھی کہ وہ شرعی سزا سے بچ جائے لیکن ان کا خیال تھا کہ آپ معاف فرما دیں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ آپ نے شدید غصہ کی حالت میں ارشاد فرمایا:

"یاد رکھو! تم سے پہلی امتیں صرف اسی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئیں کہ ان میں اگر کوئی خاندانی اور صاحب جاہ و مرتبت شخص جرم کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیا جاتا تھا اور کوئی کمزور اور غریب جرم کرتا تو اسے سزا پاتے تھے:

اور اسی اثنا میں آپ سے یہ حیرت انگیز ارشاد گرامی صادر فرمایا جو اسلامی زندگی میں ایک بہت ہی مستحکم اصول کی حیثیت اختیار کر گیا اور اسی کی بنا پر یہ قانون بنا کہ حدود کے سلسلے میں نہ کوئی سفارش قابل شنوائی ہے اور نہ کسی صورت معاف کیا جا سکتا ہے:

أَيْمُ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا

"خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا:

اور ایسا کرنا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مرتبت کے اعتبار سے ایک فطری امر تھا۔ آپ کی تو زندگی ہی دعوت الی اللہ تھی اور یہی آپ کا مقصد حیات تھا۔ آپ نے اپنے جذبات و عواطف کو احکام الٰہی کے تابع کر دیا تھا۔

اور انسانوں سے آپ کے تمام رابطے اور تعلقات خواہ رشتہ داری کے ہوں یا دوستی کے یا کسی فائدے کی غرض سے، سب اس وقت ختم ہو جاتے تھے جب وہ دعوت و تبلیغ کی راہ میں حائل ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام چیزوں سے بے نیاز تھے جن کے لئے لوگ عام طور پر زندہ رہتے ہیں مثلاً کھانے اور پینے کے مسائل۔ اسی طرح

آپ تمام اغراض و خواہشات نفس سے بلند تھے نہ عسرت کی زندگی کے حریص
اور نہ ارادۃً بھوک کو دعوت دیتے تھے۔ جیسا کہ بعض مدعیان زہد و تقویٰ کرتے ہیں
اور نہ ہمیشہ فقیرانہ لباس یا کھدر کے کپڑے استعمال فرماتے تھے۔

آپ کے سامنے جو طیب اور حلال چیز پیش کی جاتی آپ تناول فرمالیتے
تھے اور اگر کبھی کوئی چیز آپ کو پسند نہ آتی تو اُسے نہ کھاتے لیکن اس میں عیب بھی
نہ نکالتے۔

آپ کے بارے میں کوئی ایسی روایت نہیں پہنچی جس سے معلوم ہو کہ
آپ نے کبھی کسی حلال کھانے میں عیب نکالا ہو۔ اگر کبھی کھانے کو نہ ملتا تو آپ
بھوک برداشت فرماتے۔ یہاں تک کہ جب تکلیف حد سے بڑھ جاتی تو پیٹ
پر پتھر باندھ لیتے۔ لباس کے معاملے میں جو میسر آگیا استعمال فرمالیتے۔ نہ کسی
خاص وضع کا التزام تھا۔ نہ کسی مخصوص رنگ کا اور نہ کسی خاص قسم کے کپڑے کا۔
کبھی آپ کلاہ پر عمامہ باندھتے اور کبھی بغیر عمامہ کے کلاہ یا بغیر کلاہ کے

عمامہ استعمال فرمالیتے تھے۔ آپ نے قمیص کے ساتھ تہ بند اور چادر بھی استعمال
فرمائی ہے اور دھاری دار کپڑا بھی اور جبہ بھی۔

لیکن وہ جبہ آجکل کا سا لمبا چوڑا اور بڑی بڑی آستینوں والا نہ تھا بلکہ تنگ
آستین والا جبہ۔

آپ کا عمامہ بھی آجکل کے عماموں کی مانند نہ ہوتا تھا بلکہ جیسا حجاز میں
مروج ہے معمولی کپڑے کا ایک ٹکڑا جسے سر پر پیٹ لیا جاتا ہے۔ اور اگر کسی وقت
سر پر باندھنے کی حاجت نہ ہو تو کندھے پر ڈال لیا جاتا ہے اور زندگی کے دیگر کاموں
میں بھی برتا جا سکتا ہے۔ جنگ کے موقع پر اگر قیدی کو باندھنا مقصود ہو تو یہ کام
بھی اس سے لیا جا سکتا ہے۔ کبھی کبھی آپ عمامے کا چھوٹا سا شملہ بھی چھوڑ دیا

کرتے تھے۔ ویسے عمامہ حجاز میں اس علاقہ کی شدید گرمی کے باعث ناگزیر ہے۔
اہل حجاز عمامے سے اپنے سر کو دھوپ کی تمازت سے بچاتے ہیں۔ اسی بنا پر
کہا جاتا ہے کہ عمامہ اہل عرب کا تاج ہے۔ عمامہ کے سلسلے میں بھی کسی خاص
رنگ کی پابندی نہیں تھی۔ البتہ فتح مکہ کے دن آپ کا عمامہ سیاہ رنگ کا تھا۔

لباس کے سلسلے میں اسلام کسی خاص لباس کو حرام قرار نہیں دیتا سوائے
اس لباس کے جس کی وجہ سے جسم کے وہ حصے کھل جائیں جن کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے
مسلمان عورت کے لئے ایسا لباس جس سے اس کے چہرے اور ہاتھوں
کے علاوہ جسم کا کوئی اور حصہ کھلا رہے اور مردوں کے لئے ریشم کا لباس منع ہے۔
نیز ایسا لباس بھی جو غیر مسلموں کے مذہبی پیشواؤں کے ساتھ مخصوص ہے جس
کی وجہ سے پہننے والا ان میں سے ہی سمجھا جائے۔ مثلاً راہبوں کا لباس وغیرہ کا
پہننا بھی منع ہے۔ علاوہ ازیں عورتوں کے مخصوص لباس مردوں کے لئے اور
مردوں کے مخصوص لباس عورتوں کے لئے اور ایسی بیش قیمت پوشاکیں جن کی
وجہ سے فضول خرچی ہو اور نمود کے لئے اسلام ممنوع ہیں۔ ان کے علاوہ ہر لباس کا استعمال
جائز ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو زینت و آرائش کو جو اللہ تعالیٰ نے
اپنے بندوں کے لئے بنائی ہے اپنے لئے حرام قرار دیا اور نہ کھانے پینے کی پاک چیزوں
کو کبھی رد فرمایا۔ اور نہ کسی کھانے کی حلال چیز سے جو میسر آئی کبھی انکار فرمایا۔ لیکن
آپ کھانے پینے کی چیزوں کے حریص بھی نہ تھے کہ انہی چیزوں کے حصول کو اپنی زندگی
کا سب سے بڑا مقصد تصور کریں جیسا عام لوگ کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ دنیاوی جاہ و ثروت کی طلب و خواہش سے بھی بے نیاز تھے۔
سب جانتے ہیں کہ قریش نے آپ کو دعوت اسلام ترک کرنے کے عوض
بار بار طرح طرح کی دلفریب پیشکشیں کیں۔ کبھی کہا کہ اگر آپ مالدار ہونا چاہتے ہیں

تو جس قدر چاہیں مال لے لیں۔ یہ بھی لالچ دیا کہ اگر اقتدار چاہتے ہیں تو آپ کو امیر یا سلطان بنا دیا جا سکتا ہے۔ غرض کہ انھوں نے کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی جو ان کے خیال میں انسانی نفس کو مرغوب و مطلوب ہو سکتی ہے۔

لیکن آپ نے ان کی ہر پیش کش کو بڑے استغنا سے اور ان کی عقل و دانش پر رحم کھاتے ہوئے مسترد فرما دیا۔

اسی طرح آپ جنسی خواہشات کی الجھنوں سے بھی بے نیاز تھے۔

بہت سے مستشرقین جنھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ اپنی پست اور مریضانہ ذہنیت سے کیا ہے، آپ کو بھی اسی پیمانے سے ناپنے کی کوشش کی ہے جس سے وہ اپنے بڑے لوگوں کو ناپتے ہیں۔ انھوں نے جب سیرت کی کتابوں میں دیکھا کہ آپ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی تعداد

۹ تھی تو فوراً کہہ دیا کہ آپ تو معاذ اللہ جنس زدہ تھے۔

دراصل ان لوگوں نے آپ کو بھی اپنے مشاہیر اہل سیف و قلم پر قیاس کرنے کی کوشش کی ہے۔

مثلاً ان کا ایک بڑا نپولین ہے جس نے ایک پوری قوم کو ان کی حکومت اور سربرآوردہ لوگوں کے ذریعہ سے اس بات پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ دلال بن کر اسے اس پولش لڑکی (میری ونیس) سے ملا دیں جس سے وہ محبت کرتا تھا۔ پھر معاملہ اسی پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ لڑکی کے باپ کو مجبور ہونا پڑا کہ وہ اپنی بیٹی کو اس گناہ کے لیے تیار کرے جو نپولین کو مطلوب تھا۔

دراصل نپولین نے پولینڈ کی آزادی کو اپنی ناروا جنسی خواہش کی تکمیل کے ساتھ مشروط کر دیا تھا۔

اور یہ بدکاری صرف نپولین پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ انگلینڈ ڈوما پاترن

گوئٹے، بوڈلیر وغیرہ بیسیوں اور بڑے لوگ ہیں جن سب کا کردار اتنا ہی گھناؤنا ہے۔

آپ ان میں سے کسی کی سوانح حیات اٹھا کر دیکھ لیں۔ جب آپ ان کی جنسی زندگی کے واقعات پر پہنچیں گے تو اس قدر غلاظت نظر آئے گی کہ اس کی بُو سے آپ کا جی متلانے لگے گا۔

اب یہ لوگ اسی ذہن و مزاج کو لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس قسم کی دریدہ دہنی سے کہ آپ بھی العیاذ باللہ شہوت پرست تھے نہ صرف یہ کہ آں حضرت کی سیرت پاک سے اپنی قطعی لاعلمی کا ثبوت مہیا کرتے ہیں بلکہ یہ احساس بھی دلاتے ہیں کہ لکھنے والا علم النفس سے نابلد ہونے کے ساتھ ساتھ تحقیق و تلاش اور علمی جستجو کے سلسلے میں بھی دیانت و غیر جانبداری سے عاری ہے۔

انسان میں جنسی شہوت کے ہیجان و عروج کا زمانہ عنفوان شباب کا وہ دور ہے جو بلوغ کے وقت سے پچیس سال کی عمر تک رہتا ہے۔

دراصل یہی وہ پُرخطر دورِ عمر ہے جس میں ہر باہوش لڑکے لڑکی کو ہر اس چیز سے خود کو بچانا چاہیئے جو گناہ کی طرف لے جاتی ہے۔ مثلاً بے پردگی، آزادانہ میل جول حرام اور فحش باتوں کی ٹوہ میں رہنا یا ذہن و فکر کو جنسی ناولوں، افسانوں اور عریاں بیہودہ تحریروں کے مطالعہ میں مصروف رکھنا وغیرہ۔ بلکہ آزاد میل جول تو اگر پڑھنے پڑھانے کے نام پر ہو تب بھی ناروا ہے۔ خیر۔

تو اب آپ دیکھیئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کے اس دورِ پُرخطر میں کس مقام پر ہیں اور آپ کے آغاز جوانی کے احوال و واقعات کیا ہیں؟

آپ ایک آزاد نوجوان تھے۔ نہ آپ پر کوئی نگرانی تھی نہ اس زمانے کا رسم و رواج آپ کو کسی بُرے کام سے روکتا تھا۔

یہی نہیں بلکہ اس دور میں آپ کے ہم عمر نوجوان اس قسم کی لذتوں میں پوری طرح ڈوبے ہوتے تھے جنہیں ان برائیوں اور بدکاریوں سے نہ کوئی دین منع کرتا تھا اور نہ کوئی قانون۔

آپ کی سیرت پاک کا ہر گوشہ دوست اور دشمن کے سامنے کھلا ہوا ہے ہر نقاد اسے پرکھ سکتا ہے۔ کیا اس میں کسی کو نظر آتا ہے کہ آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم اس نوعمری میں ان لوگوں میں شامل تھے جو عیش و مستی میں ڈوبے رہتے ہیں اور بری خواہشات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور لطف و لذت ہی ان کا منتہائے مقصود ہوتا ہے؟

اس کے برعکس یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ نے صرف ایک مرتبہ محض سوچا تھا کہ اپنے ہم عمروں کے ساتھ مل کر کسی کھیل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں پر نیند کا پردہ ڈال دیا تھا یہاں تک کہ وہ خیال ہی آپ کے دل سے نکل گیا تھا۔ علاوہ ازیں اگر کبھی آپ سے اس قسم کی کوئی بات سرزد ہوئی ہوتی تو کیا یہ ممکن تھا کہ مشرکین عرب جو آپ کے بدترین دشمن تھے اور ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ جس طرح بھی ممکن ہو ہر طریقے اور ہر حربے سے آپ کو ایذا پہنچائیں، وہ ایسے معاملات میں خاموش رہتے اور اگر ایسا کوئی واقعہ ہوتا تو اسے آپ کے خلاف کیچڑ اچھالنے کے لیے استعمال نہ کرتے؟

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے پچیس سال کے سن میں شادی فرمائی تھی۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے یہ شادی کسی خوبصورت کنواری لڑکی سے کی تھی یا ایک ایسی عورت سے جو عمر کے اعتبار سے ماں کے لگ بھگ تھیں؟ ۔ چالیس سالہ بیوہ بلکہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ وہ تمام خواتین جو آپ کی ازواج مطہرات بنیں اور جن سے آپ نے کسی دینی مصلحت کی بنا پر نکاح فرمایا تھا ایک کے سوا سب کی سب بیوہ۔

یا مطابقت نہیں اور کسی کے لحاظ سے بگڑ گئے ایسے دور میں کہ انھیں نوجوان نہیں کہا جا سکتا
پھر اگر اللہ تعالٰی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کا خصوصی حق عام مسلمانوں سے زائد عطا فرمایا تھا تو اس کے مقابلے میں ایک ایسے حق سے بھی محروم کر دیا تھا جو ہر خاوند کو حاصل ہے یعنی طلاق کا حق۔

علاوہ ازیں جنسی قوت وصلاحیت کوئی عیب نہیں ہے بلکہ حقیقتاً یہی تو مردانگی کا مظہر ہے اور مردانگی اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہوگی تو پھر اور کس میں ہوگی؟

دراصل معیوب بات یہ ہے کہ انسان محض اسی قوت وصلاحیت کو اپنا مقصدِ حیات بنا لے اور صرف اسی کے لیے زندہ رہے اسی کے بارے میں ہر وقت سوچے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کے لیے حرام ذرائع بھی اختیار کرے۔

اسی ضمن میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ ہے جسے دریدہ دہن مخالفین نے بڑی بے شرمی سے آپ کی ذاتِ مطہر پر غلاظت اچھالنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

ان یاوہ گو گم نگاہوں کی باتیں فی الواقع اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی تردید کی جائے اس لیے کہ یہ لوگ قصداً اور ارادۃً اصل واقعہ کو مسخ کر کے غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں اور اپنی بیمار اور گندی سوچ کے مظہر ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایک حسین وجمیل خاتون اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قریبی رشتہ دار تھیں۔ اگر آپ نے کبھی ان سے نکاح کے بارے میں سوچا بھی ہوتا تو یہ نکاح کبھی کا ہو چکا ہوتا کیونکہ یہ نسبت یقیناً حضرت زینب اور ان کے خاندان کے لیے ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کا اوجِ کمال ہوتی لیکن جو کچھ وقوع پذیر ہوا وہ اس سے یکسر مختلف ہے۔

دراصل اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نافذ کردہ اصلاحات میں سے دو معاشرتی اصلاحوں کا ذریعہ بنانا تھا۔ ایک اصلاح کا تجربہ تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر ہوا اور دوسرے تجربے کا مصداق و محور خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک بنی۔

اسلام میں زمانہ جاہلیت کے نسبی غرور اور طبقاتی تفریق کو ہمیشہ کے لئے قطعی طور پر ختم کرنے کا فیصلہ حضرت زینبؓ کی مثال سے اس طرح نافذ کیا گیا کہ حضرت زینبؓ جو کہ قبیلہ قریش میں چوٹی کے عالی نسب خاندان کا فرد تھیں ان کی شادی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کر دی گئی۔

حضرت زیدؓ ایک غلام اور متبنیٰ تھے اور اس معاشرے کی نظر میں آپ کسی صورت حضرت زینبؓ کے ہمسر اور ہم پلہ نہ تھے۔

یہ شادی حضرت زینبؓ اور ان کے خاندان کی ناپسندیدگی کے باوجود ہوئی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی ازدواجی زندگی مسلسل جھگڑے اور اختلافات کا شکار رہی دونوں فریق بارہا اس رشتے کو ختم کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے تھے لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضرت زیدؓ کو طلاق دینے سے منع فرماتے تھے۔

اور حضرت زیدؓ سے ارشاد فرماتے:

أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ (الاحزاب : ۳۷)

۔ اپنی بیوی کو نہ چھوڑو اور اللہ سے ڈرو۔

حتیٰ کہ دونوں کا پیمانۂ صبر اس قدر لبریز ہو گیا کہ بالآخر چھلک گیا۔ ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی کوئی صورت نہ رہی تو حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی

اس طلاق کے بعد اس واقعے کے دوسرے تجربے کا مرحلہ شروع ہوتا ہے اور یہ مرحلہ پہلے مرحلے سے بھی دشوار اور گراں بار تھا اور حضرت زینبؓ سے نکاح فرما کر

اس تجربہ کی پیچیدگیوں اور مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کی ذمہ داری آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آ پڑی تھی۔

دراصل اس کا مقصد متبنیٰ بنانے کی بعض جاہلانہ رسوم کو باطل قرار دینا اور یہ واضح کرنا تھا کہ متبنیٰ کی بیوی طلاق کے بعد متبنیٰ بنانے والے شخص کے لیے حلال ہے لیکن اس میں سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ مخالفوں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں بنانے کا موقعہ ہاتھ آ جائے گا اور اس وقت کا معاشرہ جو اسلام میں نو وارد تھا اور جس میں ابھی جاہلی رسوم و رواج کے اثرات موجود تھے۔ آپ کے متعلق یہ بدگمانی کرے گا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی فرمالی ہے۔ اس واقعہ کا یہی وہ سخت ترین مرحلہ تھا جس میں سے آپ گزرے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہتے ہوئے آپ نے اسے برداشت فرمایا۔

گویا اصل واقعہ ویسا نہیں ہے جیسا بدگمانی اور مفروضوں کے ماتحت یاوہ گو حضرات پیش کرتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں آتنی لغو اور فضول ہیں کہ ان کے رد کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ پیش کیا ہے، صرف اس مقصد سے کیا ہے کہ قارئین جنہیں اصل واقعات کا علم نہیں انہیں صحیح صورت حال معلوم ہو جائے۔

جسمانی قوت سے انسان مادی مقابلوں میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔ دل قوی ہو تو دشمنوں کو زیر کر لیتا ہے لیکن ان قوتوں سے بھی بڑی ایک اور قوت ہے جس کے ذریعے سے انسان ان معاملات پر فتح پاتا ہے جو مادی قوت اور دشمن سے کہیں زیادہ طاقت ور ہیں اور وہ ہے اخلاقی قوت۔ اس کے وسیلے سے انسان اپنے نفس پر، نفسانی خواہشات و جذبات پر اور لگاوٹوں اور چاہتوں پر غلبہ حاصل کرتا ہے۔

یہ نفسیات کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے جسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف

انداز و الفاظ میں متعدد مواقع پر بیان فرمایا ہے:

مثلاً آپ نے فرمایا: لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ وَلَكِنَّ الشَّدِيدَ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

• بہادر وہ شخص نہیں ہے جو فن پہلوانی کا ماہر ہو بلکہ بہادر وہ شخص ہے جو غصے کے وقت خود پر قابو رکھے:

اور یہ بات بالکل صحیح ہے اس کے درست ہونے کا اندازہ آپ خود اپنی ذات سے کر سکتے ہیں۔ اگر دشمن کو پچھاڑنے کے لئے قوت کی ایک اکائی درکار ہے تو اپنے غصے پر قابو پانے اور سینے میں بھڑکتی ہوئی آگ کو اس طرح ٹھنڈا کرنے کے لئے کہ آپ اپنی حرکات، آواز اور لہجے کے لحاظ سے بھی پرسکون نظر آئیں سو گنا قوت کی ضرورت ہوگی اسی لئے یہ کام مدمقابل کو پچھاڑنے سے سو گنا مشکل ہے۔

آپ اس کا تجربہ کر کے دیکھیں آپ کے پاس ایک ایسا شخص لایا جائے جو غصے سے اس قدر اندھا ہو چکا ہو کہ اسے اپنے سامنے کی چیزیں بھی نظر نہ آ رہی ہوں، آپ اسے اخلاق حسنہ، نرمی اور درگزر کا درس دیجیے۔ آپ دیکھیں گے کہ ایسی حالت میں دس ہزار میں سے ایک شخص ایسا ہوگا جو آپ کی بات قبول کر سکے گا۔

ذرا تصور کیجیے: اگر کسی شخص نے آپ کی محبوب ترین اور عزیز ترین ہستی کو قتل کر دیا ہو اور آپ کسی تقریب کے داعی ہوں۔ پھر وہ شخص آپ کے پاس آ کر آپ کی دعوت قبول کرنے کا اظہار کرے۔

تو کیا آپ وہ آنسو بھلا دیں گے جو آپ نے اپنی اس عزیز ہستی کی موت پر آنکھوں اور دل سے بہائے ہوں گے اور اسے معاف کر دیں گے؟ اس سوال کا جواب آپ کو معلوم ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب وحشیؓ کو جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے جب وہ مسلمان ہو گئے تو معاف فرما دیا تھا۔

اور آپ پر انسان کے فطری تقاضے کا صرف اتنا اثر تھا (جو نہ تو اسلام کے خلاف ہے اور نہ اس سے کسی کو نقصان پہنچتا ہے) کہ آپ نے حضرت وحشیؓ سے فرمایا تھا، "تم میرے سامنے نہ بیٹھا کرو" چنانچہ حضرت وحشیؓ آپ کی نگاہوں سے بچ کر بیٹھا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت ہندؓ حضرت ابو سفیانؓ کی زوجہ بحالت کفر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے عداوت میں دشمنی کی تمام حدیں پھلانگ گئی تھیں۔ انھوں نے وہ کچھ کیا تھا جو کوئی عورت تو کیا کوئی انسان کر ہی نہیں سکتا اور شاید کبھی کیا اور جیسا بھی ذکر ہے۔ یعنی انھوں نے سید الشہداء حضرت حمزہؓ کا سینہ چیرا اور آپ کا دل نکال کر چبایا تھا۔ یہی ہندؓ جنھوں نے آپ سے دشمنی میں یہ سب کچھ کیا تھا جب مسلمان ہوگئیں تو آپ نے ان کا اسلام قبول فرمایا اور معاف فرما کر انھیں بیعت کر لیا۔

اسی طرح طائف والوں نے آپ کو سلوم ہی ہوگا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا لیکن یہی اہل طائف جب مسلمان ہوگئے تو آپ نے انھیں معاف فرمادیا ــــــ حسن سلوک کا سب سے بڑا کارنامہ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے تاریخ کے ہر دور میں سب سے اونچی مثال ہے یہ ہے کہ،

مکہ والوں نے آپ کو آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح کے مصائب و آلام اور ہر قسم کے ظلم وستم کا نشانہ بنایا، آپ کو جسمانی، روحانی اور عقیدے کے سلسلے میں ہر طرح کی ایذا پہنچائی، آپ کے متعلق طرح طرح کی افواہیں پھیلائیں، آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی شان میں گستاخیاں کیں، مقاطعہ کیا، شعب ابی طالب میں محصور کیا، راستے میں کانٹے بچھاتے، نماز کی حالت میں آپ پر اونٹ کی اوجھ ڈالی، آپ کا مختلف طریقوں سے مذاق اڑایا اور یہ سلسلہ ایک دو دن یا ایک دو سال نہیں تیرہ سال کے طویل عرصے پر محیط ہے۔

اس کے بعد ان لوگوں نے آپ کے خلاف جنگ کی، آپ کے قریبی عزیزوں اور دوستوں کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ آپ کو ان پر مکمل فتح حاصل ہو گئی۔

اب وہ موقع آتا ہے جب یہی لوگ کعبے کے ماحول میں آپ کے حضور ذلیل و خوار کھڑے ہیں اور ان میں کسی قسم کی مدافعت کا یارا نہیں ہے گویا انتقام کا وقت آگیا ہے۔ نہیں انتقام کیسا! اب انتقام کی بات نہ کیجئے۔ معاملہ اس سے آگے بڑھ کر قانونی سزا کا ہے۔ ایسی قانونی سزا جو ان تمام مظالم و مصائب چیرہ دستیوں اور ستم شعاریوں کا پورا پورا حساب ہو جو اس طویل مدت تک جاری رہی تھیں۔

آپ ان لوگوں سے دریافت فرماتے ہیں!

مَا تَظُنُّونَ اَنِّي فَاعِلٌ بِكُمْ

"کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟"

انھیں تمام داستانیں اچھی طرح یاد ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے لیکن ساتھ ہی انھیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا خیال آتا ہے۔ آپ کے اخلاق فاضلہ کی مثالیں ان کے سامنے ہیں اس لئے کہتے ہیں!

اَخٌ كَرِيْمٌ وَّابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ

"آپ مہربان بھائی بھی ہیں اور مہربان بھائی کے بیٹے بھی ہیں۔"

اب اہل مکہ اس انتظار میں ہیں کہ آپ کی طرف سے کیا فیصلہ صادر ہوتا ہے۔ ویسے یہ ایک حقیقت واقعی ہے کہ اس وقت اگر آپ ان سب کے قتل کا حکم صادر فرما دیتے تو مورخین میں سے ایک بھی دوست یا دشمن ایسا نہ ہوتا جو اس حکم اور فیصلے کو آپ کے خلاف ایک لفظ بھی لکھتا۔ صورت حال ہی ایسی تھی۔

لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی نرالی ہے۔ آپ کا حکم اس

موقع پر اتنا مختلف اور اتنا حیرت انگیز تھا کہ کسی کو اس کی توقع نہ ہو سکتی تھی۔ اتنا نرم کہ جس نے اس دور کو بھی حواس باختہ کر دیا تھا اور آنے والے ادوار میں بھی لوگ انگشت بدنداں اور سر بگریباں ہیں۔ آپؐ نے بدون فلاں ان سے فرمایا:

اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ "جاؤ تم آزاد ہو"

اس وقت مجھے جو بات سب سے زیادہ کھل رہی ہے یہ ہے کہ میں آپؐ کے اس اقدام کے بارے میں جو خلقِ عظیم کا بے مثال نمونہ اور تاریخ عالم میں ایک مثالی کارنامہ ہے اس مقام پر انتہائی مختصر اور سرسری انداز میں گفتگو کر رہا ہوں جبکہ میری دلی خواہش تھی کہ آپؐ کے اس موقف کو بیان کرنے کے لیے کم از کم کتاب کا پورا ایک باب وقف ہوتا تاکہ میں اس کے تمام پہلو کما حقہ قارئین کے سامنے ابھار کر سکتا۔ لیکن اس کتاب کا مختصر حجم اس کی اجازت نہیں دیتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس موقع پر آپؐ نے جو مثال قائم کی ہے وہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس کے لیے دس ہزار پہلوانوں کی قوت درکار ہے۔

میں اکثر حیران ہوتا ہوں کہ آپؐ کے سیرت نگاروں میں سے بعض متاخرین نے آپؐ کے معجزات کی تعداد زیادہ سے زیادہ دکھانے کی کوشش کی ہے بلکہ بعض ایسے معجزات بھی جن کا وجود ہی نہیں آپؐ کی طرف منسوب کر دیے ہیں۔ انھوں نے آخر کیوں اور کس لیے ایسا کیا ہے جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپؐ کی حیاتِ طیبہ کا ہر پہلو اور آپؐ کی سیرتِ مبارکہ کا ہر منظر و موقف اپنی جگہ خود بہت بڑا معجزہ ہے۔

معجزہ آخر ہوتا کیا ہے؟ کیا ہر وہ کام یا اقدام جو دوسرے نہ کر سکیں معجزہ نہیں ہوتا؟ آپؐ کی صداقت و دیانت خود بے مثال معجزہ تھی۔ میں جگہ کی قلت کے باعث اس وقت آپ کے سامنے زیادہ مثالیں پیش نہیں کر سکوں گا۔

یہاں میں صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک ایسا واقعہ جس پر سے میں

اپنے مطالعہ کے دوران سینکڑوں مرتبہ گزر گیا اور ہر دفعہ میں اسے اس انداز
میں پڑھتا رہا جیسے کوئی عام سا واقعہ ہو لیکن پھر ایک دن اچانک میں نے اس پر
غور کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ یہ تو بڑا دلچسپ ہے. آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
سیرت پاک میں اس قسم کے حیرت انگیز واقعات بے شمار ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ جب آپؐ نے جانب مدینہ ہجرت فرمائی تھی تو اہلِ
مکہ کی امانتیں لوٹانے کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو اپنی جگہ چھوڑ گئے۔

آپ نے کبھی غور فرمایا کہ یہ امانتوں کا قصہ کیا تھا!

سُنیے! امانتیں آپ مشرکوں کو واپس لوٹا رہے تھے مسلمانوں کو نہیں۔

کیونکہ جس وقت آپؐ نے ہجرت فرمائی وہاں ایک بھی مسلمان باقی نہیں
رہ گیا تھا. آپؐ مکہ سے ہجرت کرنے والے آخری شخص تھے اور آخری مسلمان کے
ہجرت کرنے تک آپؐ وہاں اس طرح قیام فرما تھے جس طرح ڈوبتی ہوئی کشتی کا
ناخدا آخری وقت تک کشتی میں رہتا ہے اور اس وقت تک نہیں اترتا جب تک
آخری سواری بھی اتر کر کسی محفوظ مقام تک نہ پہنچ جائے۔

میرا مقصد اس وقت آپؐ کے بے مثال محاسن میں سے اس وصف کو بیان
کرنا نہ تھا۔ یہ ذکر تو ضمناً آ گیا۔ ہاں تو امانتوں کا قصہ یہ ہے کہ،

باوجود اس شدید عداوت اور مخاصمت کے جو مشرکینِ قریش کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی، اپنی امانتیں محفوظ رکھنے کے لئے یہ لوگ پورے مکہ میں
آپؐ کے سوا کسی دوسرے شخص پر اعتماد نہ کرتے تھے۔

اب آپ ذرا تصور کیجیے کہ دو مختلف گروہ ہیں جو ایک دوسرے کے جانی دشمن
ہیں۔ دونوں گروہوں میں ہر قسم کی جنگ یعنی زبان، ہاتھ، اصول اور عقیدے کی جنگ
مسلسل جاری ہے۔ اس کے باوجود ایک دھڑے والے اپنا مال و نقدی دشمن دھڑے

کے ایک شخص کے پاس امانت رکھتے ہیں۔

کیا آپ نے کبھی اس قسم کا عجیب واقعہ سنا ہے؟ کبھی اس انداز میں غور کیا ہے کہ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت خود ایک ایسا معجزہ نہ ہوتی جس کے بارے میں شک کرنا از قبیل محالات تھا تو یہ لوگ دشمن ہوتے ہوئے اپنی امانتیں آپ کے پاس کیسے محفوظ رکھ سکتے تھے؟

یہ تھے جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور سنیے!

غزوۂ بدر[1] کے دن جس وقت آپ لڑائی سے پہلے صفیں ترتیب دے رہے تھے آپ کے دست مبارک میں لکڑی کا ایک ٹکڑا تھا۔ آپ نے حضرت سوادؓ بن غزیہ کو صف سے کچھ آگے بڑھا ہوا دیکھا۔ آپ نے لکڑی سے ان کے پیٹ پر ٹھونکا دیا اور فرمایا سوادؓ سیدھے ہو جاؤ۔

حضرت سوادؓ نے عرض کیا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْجَعْتَنِیْ وَقَدْ بَعَثَکَ اللّٰہُ بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ،

• یا رسول اللہ! آپ نے مجھے دکھ پہنچایا ہے حالانکہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے

---

[1] غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی کمانڈر تھے اور جنگ کی پوری کمانڈ آپ کے دست مبارک میں تھی۔ یہ غزوہ ۲ھ مطابق ۶۲۴ء میں ہوا تھا

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں اسلام نے اپنے دشمن سے حساب چکایا۔ اس غزوہ کے نتیجے میں مسلمانوں کے مخلص جذبۂ ایمان کا اول اظہار ہوا — یہ لڑائی ماہ رمضان میں ۱۷ تاریخ کو ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے لڑنے والے ۳۱۳ تھے اور مشرکین کی تعداد ۱۰۰۰ تھی۔ اس کے باوجود فتح مسلمانوں کو ہوئی اور قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ قرآن میں غزوۂ بدر کا ارشاد ہے:

کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (۲:۲۴۹)

"بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بہت بڑے گروہ پر غالب آگیا ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے" کی حقیقی تعبیر و تفسیر ہے۔ (مصنف)

نے حق و انصاف دے کر بھیجا ہے:

اب ذرا آپ اس موقع و منظر کا تصور کیجیے! ایک عام سپاہی فوج کے سالارِ اعلیٰ کے منہ آ رہا ہے اور انتہائی بے باکانہ انداز میں گفتگو کر رہا ہے۔

آپ کا کیا خیال ہے، سالارِ اعلیٰ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

اسے سزا دے گا، یا منہ پھیر لے گا، یا اگر بہت ہی فراخ حوصلہ اور شریف الطبع ہُوا تو درگزر سے کام لے کر معاف کر دے گا۔ یا اگر اس کا رحم و کرم حد سے ہی بڑھ جائے تو اس سے کہے گا:

بھئی معاف کر دو، میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔

کیا ان کے علاوہ کوئی اور صورت بھی ممکن ہے؟

لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ایک ایسا اقدام فرمایا جو کوئی دوسرا نہیں کر سکتا بلکہ کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔

آپ نے اپنا بطنِ مُبارک کھول کر حضرت سوادؓ کے آگے کر دیا، وہی لکڑی اُسے تھما دی اور فرمایا: "اِسْتَقِدْ" بدلہ لے لو۔

مُلاحظہ کیجیے: سیدالبشر خود کو قصاص کے لیے پیش فرما رہے ہیں۔

یہ تھے جنابِ خیرالانام حضرت محمد روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ کی حیاتِ طیبہ کی سیرت بے مثال اس اعتبار سے بھی بہت بڑا معجزہ ہے کہ دنیا کے تمام عظیم انسان آپ کے سامنے اس لحاظ سے عاجز و درماندہ ہیں کہ دنیا والوں کے لیے اپنی کوئی ایسی سیرت پیش کر سکیں جو عزت و

عظمت، جسمانی قوت، تعمیر و تخلیق کی باقاعدگی، عالی حوصلگی اور بُردباری غرض کہ زندگی کے ہر زاویے اور ہر پہلو کے اعتبار سے آپ کی سیرت سے مماثل ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نہ تو فتح و کامرانی حاصل ہونے پر فخر و مباہات

فرمایا کرتے تھے اور نہ شکست و ہزیمت آپ کو برافروختہ اور بے حوصلہ کرتی تھی۔

دُنیا کے بڑوں میں سے کوئی ایک بھی گھمسان کی خونریز جنگوں میں آپ کی پامردی اور ثابت قدمی کی نظیر پیش نہ کر سکا۔ صحابہ کرامؓ میں سے بہادر ترین افراد بھی بوقتِ خطر آپ کا سہارا ڈھونڈا کرتے تھے۔ اسی طرح شجاعت و بسالت اور بڑے بڑے سورماؤں کو زیر کرنے میں اور فقرا و مساکین کے لئے انکسار اور بیواؤں اور بوڑھی عورتوں کی خدمت اور خبرگیری میں بھی کوئی عظیم سے عظیم انسان آپ کی ہمسری نہ کر سکا۔

حق و صداقت کے میدان میں ثابت قدمی اور پیغامِ الٰہی کو خلوص و دیانت سے پہنچانے میں بھی کوئی دوسرا آپ کا مقابلہ نہ کر سکا۔

آپ نے وہ آیات بھی بعینہٖ بیان کر دیں جو آپ کی کسی فروگذاشت پر گرفت کے بارے میں تھیں یا جن میں آپ کو تنبیہ کی گئی تھی۔ اسی طرح ایفائے عہد اور زبان کی پاسداری میں بھی آپ کا کوئی سہیم و عدیل نہیں۔ ایفائے عہد کے سلسلہ میں کتنی ہی مشقت و مصیبت کیوں نہ اٹھانا پڑے اور عہد خواہ ذاتی معاملات سے متعلق ہو یا کاروبارِ مملکت سے آپ اسے بہرحال نباہتے تھے۔

آپ کے نفاستِ ذوق اور لطافتِ احساس کا یہ عالم ہے کہ آپ ہی وہ پہلی برگزیدہ ہستی ہیں جس نے کھانے پینے کے آداب اور لطافت و نظافت کے طور طریقے دنیا کو سکھائے۔

اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو تعلیم دینے کے طریقے اور ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کے انداز میں بھی دنیا کا کوئی بڑا آدمی آپ جیسی مثال پیش نہ کر سکا۔

آپ عام لوگوں کی سی سادہ زندگی گزارتے تھے۔ صحابہ کرامؓ سے مشورہ بھی لیتے تھے اور ان کی باتیں بھی سُنتے تھے۔

مجلس میں آپؐ نے خود کو کبھی دوسروں سے نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ سب سے آخر میں جہاں جگہ خالی نظر آتی تشریف فرما ہو جاتے۔ اکثر وہ لوگ جو آپؐ کی زیارت کے لئے باہر سے آیا کرتے تھے مجلس میں ایک ایک شخص کا چہرہ دیکھ کر آپؐ کو تلاش کیا کرتے اور نہ پہچان پانے پر پوچھا کرتے تھے کہ آپ حضرات میں سے سرورِ کائنات جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟

آنے والوں کے دریافت کرنے کا سبب یہ ہوا کرتا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نشست و برخاست، وضع قطع اور لباس ہر بات میں بالکل اپنے صحابہ کرام ہی کی طرح نظر آتے تھے۔

اسی طرح خواتین کے ساتھ آپؐ کے جذبات اور حیادارانہ سلوک، گھر کے اندر اہل و عیال کے ساتھ کریمانہ اخلاق و آدابِ معاشرت نیز صاف اور سچے مزاج کے انداز اور کشادہ دلی میں بھی کوئی دوسرا عظیم شخص آپؐ کی برابری نہ کر سکا۔

دراصل آپؐ کے انکسار اور آپؐ کی اس کوشش میں بھی کہ آپؐ کو بادشاہ نہ سمجھا جائے ایک شانِ دلربائی تھی۔

آپؐ نے اپنے صحابہ کرام کو اپنی تعظیم کے لئے کھڑا ہونے سے منع فرما دیا تھا۔ آپؐ اپنے اور گھر کے سب کام بنفسِ نفیس خود سرانجام دیا کرتے تھے حتیٰ کہ اپنے جوتے بھی خود ہی سی لیا کرتے تھے۔

شاہِ کونینؐ نے پوری زندگی فقیرانہ بسر کی لیکن حصولِ ثروت سے عجز کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف مال و دولت سے بے نیازی کی بنا پر۔ آپؐ اگر چاہتے تو

اُمہات المومنین کے رہنے کے لئے جگہ کی کل فیاں چھپن میٹر سے زیادہ نہ تھی۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ صرف ایک کمرے پر مشتمل تھی جو کچی اینٹوں اور گارے سے بنا ہوا تھا۔ جس میں جگہ اتنی تنگ تھی کہ بیک وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آرام فرمانے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ادا کرنے کی بھی گنجائش نہ تھی۔ اسی لیے جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تشریف لے جاتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں ایک طرف کر دیتے تاکہ آپؐ سجدہ فرما سکیں۔

آپؐ کے خورد و نوش کی کیفیت کیا تھی؟ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اکثر مہینہ مہینہ دو دو مہینے اس طرح گزر جاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آگ ہی نہ جلتی تھی کہ روٹی پکائی جا سکے حاضرین نے دریافت کیا: پھر آپ سب کیا تناول فرماتے تھے؟

فرمایا: کھجور اور پانی۔

یہ تھا خاندانِ نبوت علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمولِ خورد و نوش۔

بلحاظِ فصاحتِ نطق و بلاغتِ بیان میں آپؐ کا کوئی ثانی پیدا نہیں ہوا۔ یقیناً آپؐ دُنیا کے تمام بولنے والوں اور صلاحیتِ اظہار و بیان رکھنے والوں میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

یہ تمام باتیں خود معجزہ ہیں اور اس بات کا ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے ارفع و اعلیٰ رسالت یعنی منصبِ ختمِ نبوت کے لئے آپؐ کا انتخاب صرف اسی بنا پر کیا تھا کہ اس نے آپؐ کی تکوین و تخلیق اس انداز میں فرمائی تھی

[1] ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے حجرے اس احاطے میں واقع تھے جہاں اب روضۂ اطہر اور گنبدِ خضرا واقع ہے اور اس کی پیمائش کل چھپن میٹر ہے۔ (مصنف)

کہ پوری نوعِ انسانی میں آپ فرد و حید اور یکتا و یگانہ تھے۔ آپ کے محاسن و مکارمِ عالیہ کی نظیر و مثال کسی دوسرے شخص میں ملنا ممکن ہی نہیں۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و اہلِ بیتہٖ وسلم تسلیماً طیباً مبارکاً کما یحب و یرضیٰ۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (الانعام: ۱۲۴)

• یہ بات کہ کون شخص اللہ کے اعزاز و اکرامِ رسالت و نبوت کا حق دار ہے اور اس سے کس طرح کام لینا ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے:

آسمانی کتابوں پر ایمان

مسلمان قرآن حکیم پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور ان تمام باقی کتابوں پر بھی جن کی اطلاع ہمیں قرآن کریم نے دی ہے۔ یہ کتابیں تعداد میں تین ہیں۔

(۱) ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کا مجموعہ یعنی تورات

(۲) زبور داؤد علیہ السلام اور

(۳) انجیل عیسیٰ علیہ السلام۔

اور قرآن مجید ان سب پر حاوی اور سب کے لئے ایسی میزان ہے جس کے ذریعہ سے ان پہلی آسمانی کتب کے تحریف شدہ اور صحیح حصوں کا علم ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالے ہے وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (المائدہ: ۴۸)

• پھر اے محمد! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کتابوں کے سلسلے میں جو کچھ ہمیں قرآن کریم نے بتایا ہے اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اور جو شخص ان کتابوں کے اس حصہ کا انکار کرے گا جو قرآن میں مذکور ہے ہم اسے کافر قرار دیں گے۔ اسی طرح ان کتابوں کا جو حصہ قرآن کریم میں دی گئی اطلاعات کے مطابق ہوگا اس کے متعلق ہمارا یقین ہے کہ اس میں تحریف نہیں ہوئی وہ صحیح حالت میں باقی ہے۔ اور ان کتابوں میں جو باتیں قرآن مجید کے خلاف نظر آئیں گی اس کے متعلق ہم یقین کرلیں گے کہ وہ اصلی حالت میں نہیں ہیں تحریف شدہ ہیں۔

قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جو کچھ صحفِ ابراہیم میں تھا وہی صحفِ موسیٰ میں دہرایا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ (النجم)

"کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں اور اس ابراہیم کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"

گویا ان آیات کے آخر تک جو مضمون ہے وہ صحفِ ابراہیم اور صحفِ موسیٰ میں بیان ہو چکا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی ان آیات میں بھی صحفِ ابراہیم و صحفِ موسیٰ میں مذکور تعلیمات کا حوالہ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ﴿۱۹﴾ الاعلیٰ

"فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی مگر تم لوگ دُنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی، ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں"

اور صحفِ ابراہیم و صحفِ موسیٰ کا مجموعہ توراۃ ہے۔

توراۃ

توراۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس میں انسانوں کے لئے ہدایت اور اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ ارشاد ہے:

وَكَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ۴۳
اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًی وَّنُوْرٌ ۔ (المائدہ: ۴۴)

" اور یہ تمہیں کیسے حکم بناتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم لکھا ہوا ہے"...... " ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی "

توراۃ کے احکام کے بارے میں ہمیں جو اطلاع دی گئی ہے اس سلسلے میں یہ آیت بھی ہے :

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (المائدہ : ۴۵)

" تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لئے برابر کا بدلہ "

ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ توراۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت بھی تھی۔

ارشاد ہے : اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ (الاعراف : ۱۵۷)

" جو اس پیغمبر نبی اُمی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انھیں اپنے ہاں تورات میں لکھا ہوا ملتا ہے "

نیز اس میں مومنین کی تعریف کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو :

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ (الفتح : ۲۹)

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر
سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انھیں رکوع و سجود
اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔
سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے
جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت تورات میں۔"

زبور

زبور بھی اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا (النساء: ۱۶۳)
"ہم نے داؤد کو زبور دی۔"

اور یہ بھی اطلاع دی ہے کہ زبور میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس میں
صالحین کو زمین کا وارث بنانے کا ذکر بھی ہے۔
ارشاد ہے: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ
الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (الانبیاء: ۱۰۵)
"اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث
ہمارے نیک بندے ہوں گے۔"
اس آیت میں زمین سے مراد جنت ہے کیونکہ اس دوسری آیت میں
جنتیوں کی زبانی بیان کیا گیا ہے:
وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ
نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ (الزمر: ۷۴)
"اور وہ کہیں گے شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے ساتھ
اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا۔ اب ہم
جنت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنا سکتے ہیں۔"

انجیل

انجیل بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًی وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا
بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ (المائدہ: ۴۶)

"اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی جس میں رہنمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی توراۃ میں سے جو کچھ اس وقت موجود تھا اس کی تصدیق کرنے والی تھی"

قرآن مجید میں یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ اصل انجیل جو نازل کی گئی تھی اس میں شریعت کے قانونی احکام بھی موجود تھے۔

ارشاد ہے: وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
فِيْهِ (المائدہ: ۴۷)

"ہمارا حکم تھا کہ اہل انجیل اس قانون کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے"

اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انجیل میں توراۃ کے سخت احکام کو معتدل بنایا گیا تھا۔

ارشاد ہے: وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ
وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ (آل عمران: ۵۰)

"اور میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اس تعلیم وہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو توراۃ میں سے اس وقت میرے زمانے میں موجود ہے اور اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے لیے بعض ان چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں"

اور انجیل میں بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت اور

آپ پر ایمان لانے والوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔
اور ہم مسلمان ان تمام کتابوں یعنی توراۃ، زبور اور انجیل پر ایمان
رکھتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام انبیاء کی جن میں حضرت
ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام شامل ہیں
تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~.

The books is very strongly recommended to be read by every Muslim and non Muslims for understanding of Islam. It should also to be taught in all the education institutions, establishments and organizations to build the strong foundation of faith of [*Ayman* ایمان], to eliminate ignorance, illiteracy, poverty, sectarianism and violence. This will pave the way for establishment of an appropriately integrated peaceful progressive Islamic society, a role model for ethical and spiritual peace for the humanity.

Book URL: https://docs.google.com/fileview?id=0B0Qfx8dX9TCvMTA3MzUzYjQtNTI1OC00N2Y0LTk0NzMtY2I2NzFjMzdmYmEx&hl=en

For comprehensive understanding of Islam, the complete book**: "*Ta'rif-e-Aam bi-Din-il-Islam*" By: Shaikh Ali Al-Tantawi,** translated from Arabic to Urdu by Syed Shabbir Ahmad,in English by Prof.Raja F.M.Majed, should be studied. This is an excellent gift for the people you care. The book [English or Urdu Translation, 364 pages] can be procured through; Qur'an Asan Tehrik, 50 Lower Mall, near MAO College Lahore at cost price, Rs.65] www.quranasan.org, www.asanquran.com. E Mail: qat@lcci.org.pk, info@quranasan.org, Tel:042-37324904, 37242265-6.
The soft copies in the form of digital / e-book in word and pdf format can be down loaded form the following Blogs/ web sites of "Faith Forum 4 Peace":
http://faithforum.wordpress.com ,http://endeavour-peace.page.tl
http://peace-forum.blogspot.com ,
http://groups.google.com.pk/group/FaithForum4Peace

Faith Forum 4 Peace; is a virtual intellectual Forum, managed by Brig (R) Aftab Khan, MA, MBA, for ethical and spiritual peace, through conceptual insight to Islam, Christianity and Judaism in the light of Holy Scriptures. The Forum is open to all the rational people. Books and articles are availabvle at following web links:
http://faithforum.wordpress.com , http://endeavour-peace.page.tl
http://groups.google.com.pk/group/FaithForum4Peace
http://peace-forum.blogspot.com, SMS +923004443470
E Mail: faithforum@live.com , endeavour.peace@gmail.com
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

Free e-Books, Articles - Islam Christianity, Judaism

By: Brig (R) Aftab Ahmad Khan, MA, MBA

Understanding Faith: by Ali Tantawi:

1. Empirical-Faith-pdf:
2. Religion and Reasoning:
3. Selection of Right Course:

Faith of Abraham & Islam By Aftab Khan:

1. Foreword:
2. *** The Creator:***
3. *** The Creation***
4. *** The Guidanc***
5. *** Islam in Modern Era:***
6. ***Hand Book of Islam-1***
7. Hand Book of Islam: by Tantawi
8. The Last Prophet (pbuh):
9. Significance of Knowledge:
10. Islam & Philosophy:
11. Islam-Fundamentals:
12. Appendices of All Books:
13. What is Jihad?
14. Jihad, Myth & Reality:
15. Islamic Civilization-Ups &Downs:
16. Fanaticism, Fitnah:
17. Enjoining Good, Forbid Evil, How?
18. Sectarianism, Enemy Within:
19. Usury [Riba]: Bible and Qur'an
20. Women in Islam:
21. Polygamy:
22. Ten Principles for Success:
23. Understanding Islam By Moududi:
24. Explanation Names of Allah
25. Ijtehad By whom?
26. Islam and Secularism
27. Waiting for Mehdi ?

**Get books Free by SMS address & Post code@ 0300*

The Last Prophet (pbuh):

1. Prophesized in Bible:
2. Prophet Muhammad-pdf:
3. Prophet Muhammad-html (pbuh):
4. Prophet of Peace-pdf:
5. The Prophet of Peace-html:
6. The Amazing Model-pdf:
7. The Amazing Role Model-html:
8. Biography of Prophet (pbuh)

Islam Judaism, Christianity

1. Islam, Christianity & Judaism :
2. Common Issues-Muslims, Jews& Christians:
3. Islam, Judaism, Christianity-Common Aspects:
4. Comparison- Judaism, Islam, Christianity

The Noble Qur'an:

1. The Message of The Qur'an: By M.Asad
2. What is Qur'an?
3. Guide for Study of Qur'an: By Moududi
4. Amazing Qur'an [By Mullur]
5. What They Say About Qur'an
6. Seven Oft-Repeated Verses
7. The Prophesies of Qur'an:

Religious Extremism: By Aftab Khan

1. *** Takfeer:** the Dreadful Doctrine of Terror:*
2. Inquisition-Torture in Christianity:
3. Extremism does not Pay:
4. Jihadi Terrorist Organizations:
5. Taliban are Khwarjiri:
6. Obligations of Muslims:

Interfaith: By Aftab Khan

1. A Pragmatic Way to Faith:
2. Religion & Reasoning:
3. Is There God?
4. Do Muslims & Christians Believe Same God
5. The Sacred Scriptures:
6. Jesus Christianity & Bible:
7. Jesus in Bible-Summary:
8. Prophet Muhammad in Bible:
9. How Bible of Barnabas Survived?
10. Gospel of Barnabas :
11. Jesus in Islam and Christianity:
12. Predestination-Taqdeer:
13. Religion and Theory of Evolution-html:
14. Theory of Evolution-pdf:
15. Influence of Islam on Christianity, West:
16. Is Islam Really A Threat to West?
17. Islamophobia & Response:
18. Priesthood:
19. Jerusalem, Bible, Qur'an & History.pdf
20. Muslim-Christian Dialogue
21. Son of Who?
22. Islam & "Sankhya" – Indian Philosophy
23. The Gentile Christ .pdf:

Judaism:

1. What Do Jews Believe?
2. Islam and Judaism:
3. The Promised Land & 13th Tribe:
4. Ishmael, Israel & Peace-A Diolague:
5. Zionism & Racism-A Friendly Dialogue:
6. The Other Side of Israel:
7. Jerusalem Peaceful Solution:2 in 1:

قرآنی سفر کے مظاہر

https://SalaamOne.com/Odyssey

A5 Pages 46, Font14, Words 9275, Reading time 45 Mins , Size 773 KB. For a mobile-friendly reading experience try: https://bit.ly/eBooks-Reader

Read as [Google Doc] Updated: 251023 0920 PM

جملہ حقوق محفوظ ہیں: لیکن مفت تقسیم کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اس کتاب، ویب سائٹ کے ویب لنک کے حوالہ جات کے ساتھ اقتباسات نقل یا شیئر کیے جاسکتے ہیں۔

مشرک

اللہ کائنات میں حاکم ہے۔ جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا یا اس کی مخلوق میں سے، کسی کی دینی اطاعت کی تو رب بنا لیا (9:31) اس نے واقعی بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کردے (4:48)[1]

1. اس زمرے میں وہ لوگ شامل ہیں جو اپنی خواہشات کی عبادت کرتے ہیں (45:23)
2. وہ لوگ جو انسانی عبادت اور فرقہ پرستی میں ملوث ہیں (30:31)، (42:21) [2]
3. وہ لوگ جو انسان کی بنائی ہوئی کتابوں کی پیروی کرتے ہیں، بجانے اللہ کی کتاب کے(6:122)، (6:137)
4. اور جو لوگ قرآن کے بعد وحی کا دعویٰ کرتے ہیں یا اس پر یقین رکھتے ہیں، کسی بھی شکل میں، تجربے کے ذریعے علم الہی حاصل کرنے کے دعوے (6:62), (7:173), (7:191)
5. جو تثلیث کو مانتے ہیں (4:171)، (5:73، 5:72)

[1] https://trueorators.com/quran-translations/4/48
[2] https://tanzil.net/#trans/ur.maududi/42:21 \ https://tanzil.net/#trans/ur.maududi/30:31 \ https://tanzil.net/#trans/ur.maududi/6:122 -137\

6. اور وہ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ کا بیٹا ہے، اور جو اپنے مذہبی پیشواؤں کی اطاعت کرتے ہیں یہ ان کو رب ماننا ہے(قرآن 9:31)
7. ایسے لوگ انسانیت کے اعلیٰ مقام سے گر جاتے ہیں۔ . اللہ کے علاوہ کسی بھی ہستی کی اطاعت، عبادت کرنا ہے، انسان کی "ذات" کو انسانی سطح سے نیچے لے جاتا ہے (22:31)۔
8. لیکن اکثر وہ لوگ جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں (اور خود کو مسلمان کہتے ہیں) شرک کرتے ہیں (12:106)

".. تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ تو گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف اٹھائے گا۔(20:123)[3]

"اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب ! بیشک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا (25:30)[4]

~~~~~~~

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (البقرة٢٨٦)

~~~~~

[3] https://trueorators.com/quran-tafseer/20/123
[4] https://quran1book.blogspot.com/2021/09/Quran-Neglected.html

The Author & Books

Brigadier (Retired) Aftab Ahmad Khan: A freelance writer, researcher, and blogger with Master's degrees in Political Science, Business Administration, and Strategic Studies. He has dedicated over two decades to the study of The Holy Quran, other sacred scriptures, as well as the teachings and followers associated with them. He has been writing for "The Defence Journal" since 2006. His work and free eBooks has been accessed by around 5 Millions.

FB@IslamiRevival, Twitter/X@QuranAhkam ,
Email: Tejdeed@gmail.com

Books & Article by Brig Aftab Khan (r) & Collection

Free eBooks pdf- Download Links

- https://SalaamOne.com/e-books/
- https://bit.ly/eBooks4FreeSalaamOne
- https://SalaamOne.com/books/
- https://FreeBookPark.blogspot.com
- https://flipboard.com/@aftabkhaan
- https://defencejournal.com/author/aftab-khan/

SalaamOne Network
Revival رسالہ التجدید

Books & Article ڈیجیٹل فری کتب - اردو ، انگریزی

https://bit.ly/Revival-RisalaAlTejdeed | https://bit.ly/Tejdeed-Islam
https://SalaamOne.com/books
|https://FreeBookPark.blogspot.com
https://bit.ly/Revival-RisalaAlTejdeed-pdf
https://bit.ly/Critical-Inquiry https://bit.ly/Tejdeed-Islam
https://bit.ly/AhkamAlQuran

Research Theses/ Books

https://quran1book-blogspot-com.translate.
https://quran1book.blogspot.com/2021/11/Fundamental-Hadiths.html
https://quran1book-blogspot-com.translate.goog/2021/11/Fundamental-Hadiths.html

e-Books by AAK

A-Quranic Odyssey (Eng & Urdu) [قرآنی سفر کے مظاہر]

- قرآنی سفر کے مظاہر Quranic Odyssey (Eng & Urdu)
- Quran & Intellect عقل
- Bida: Deviation – بدعة ضلالہ
- Islamic Identity شناخت – مسلم ، اسلام
- Revelations Theories: Wahi Ghair Matloo & Judaization انکشافات: وحی غیر متلو
- Hadith Principles حدیث – بنیادی اصول
- Sectarianism : فرقہ واریت
- Schism in Islam شیعہ ازم
- قادیانیت کینسر
- Riba Resolved ربا کا قرآنی حل
- Islamic Revivalists
- Tejdeed, Revival رسالة التجدید

B-Abraham's Legacy- Islam

- Foundation – Hadith-Jibril
- The Creator خالق کائنات

- The Creation
- The Guidance
- Muhammad (pbuh) The Last Messenger
- Quran and Bible
- Women
- Metaphysics-Eschatology
- The Companions – صحابہ اکرام (رَّضِیَ اللَّهُ عَنۡهُمۡ)
- What is Islam?

C-Legacy

- Islamic Rule & Khilafat
- Atheism and Humanism
- Science & God

D-Interfaith

- Theory of Evolution-Bible-Quran
- Christianity, Jesus & Bible
- Palestine, Bible & Quran
- Who is Jesus?
- Articles by AAK
- Countering Prejudice Against Islam
- مسیحی صیہونیت بدعت امن کی دشمن
- Dialogue مکالمہ
- Bida & Sects

E-Religion and War

- Jihad Myth & Reality
- Takfir : Terror Deviant Doctrine
- TTP – Takfiri Terrorists Taliban of Pakistan
- Wakeup-Muslims

- قرآنی سفر کے مظاہر (Quranic Odyssey (Eng & Urdu
- e-Books by AAK
- دو اسلام ۔ ڈاکٹر برق / pdf
- علم الحدیث کے سنہری اصول
  - AAK's ڈیجیٹل حدیث نوٹس
  - English Website Index
  - اردو ویب سائٹ- انڈکس

البدعة الكبيرة Big Bid'ah

https://SalaamOne.com/big-bidah \\ https://bit.ly/BigBida \\ https://bit.ly/Bidah

Eng: https://wp.me/scyQCZ-bidah

- **آخری کتاب یا کتب؟**
- **ویب سائٹ:** https://Quran1book.blogspot.com
- مکمل تحقیقی مقالہ اردو
  - **گوگل ڈوکومنٹ** : Google Doc : http://bit.ly/31lYQV3
  - **موبائل کاپی** : PDF (A5) for Mobiles: (5MB) http://bit.ly/2OGJtB9
  - EPUB: (8 MB) http://bit.ly/2SMsRZZ
  - **ویب پیج** : https://salaamone.com/last-book
- **جامع خلاصہ : آخری کتاب یا کتب؟ ترجمہ**
  - **پی ڈی ایف** - PDF : http://bit.ly/39Zvyi3
  - **گوگل ڈوکومنٹ:** http://bit.ly/39VT92S
  - **مقدمہ** : PDF (A4 Size for printout) :(4.6 MB) http://bit.ly/2uI2213
- صرف مسلمان
- قرآن کا قانون عروج و زوال اقوام
- بدعة : تحقیقی جائزہ
- تصوف
- ختمِ نبوت: تحقیقی جائزہ

- شیعہ اصلاحات
- مقام صحابہ کرام (رض): اشتباھات و حقائق
- قرآن ربا اور کاغذی کرنسی
- قرآن اور عقل و شعور
- دعوه
- https://SalaamOne.com/about
- The Defence Journal Articles
  - **اردو - ویب سائٹ کاپی**
  - **فیس بک پوسٹ** : https://www.facebook.com/QuranSubject/posts/127125452151189